ماہنامہ

الفرقان

ربوہ

خاص مضمون

"فلسطین میں تبلیغ اسلام"

فروری ۱۹۵۶

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری
سابق ایڈیٹر رسالہ عربی "البشریٰ" فلسطین

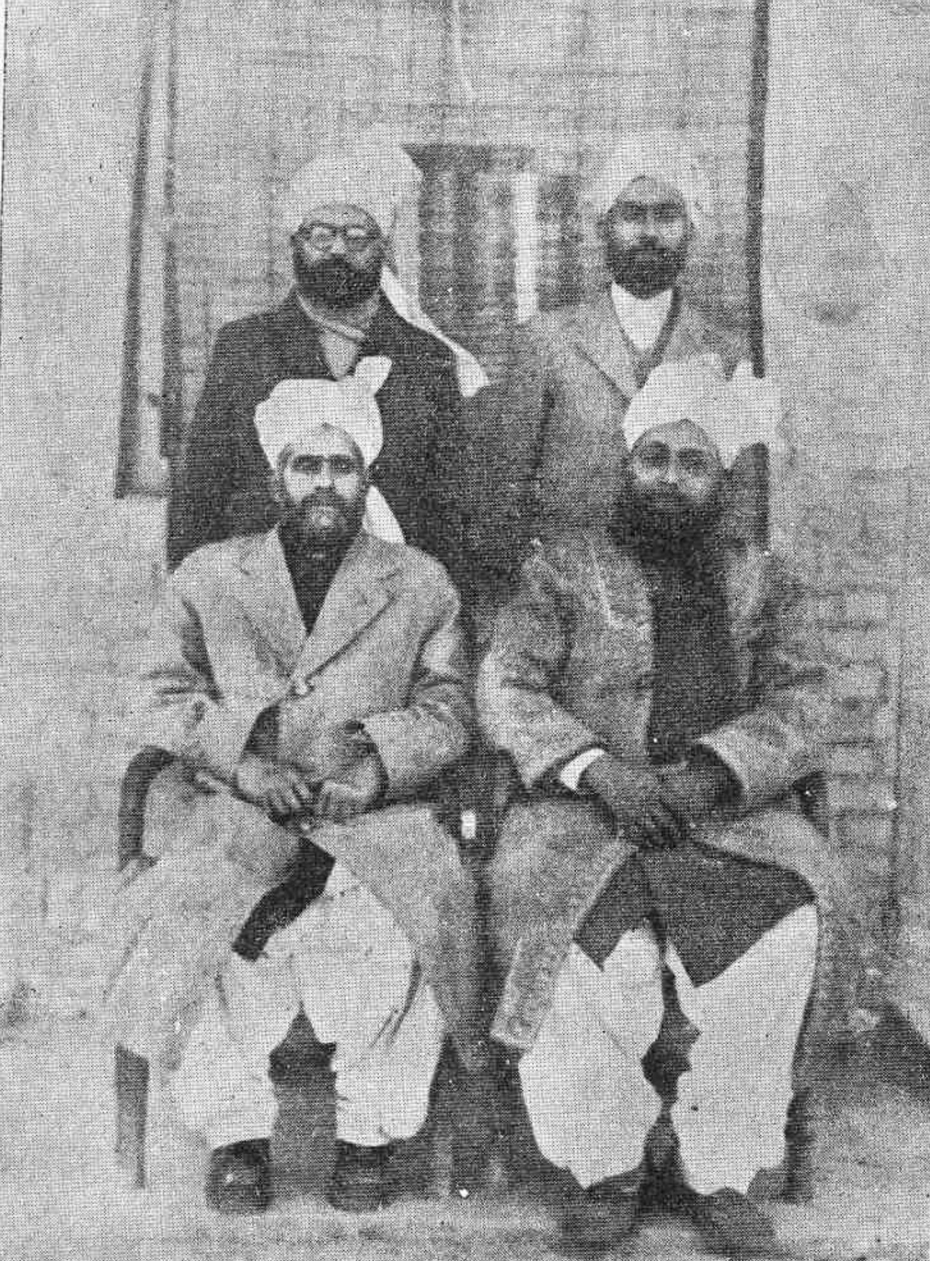

فلسطین کے مبلغین (۱۹۲۸—۱۹۵۵)
بیٹھنے والے - مولانا جلال الدین صاحب شمس مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری
کھڑے ہونے والے - مولانا محمد سلیم صاحب مولانا محمد شریف صاحب

جلد ۶	الفرقان - ربوہ (پاکستان)	شمارہ ۲
ادارۂ تحریر ۱- ابوالعطاء جالندھری ۲- نائب ایڈیٹر - قاضی محمد نذیر صاحب ۳- " " [illegible]	بابت ماہ فروری ۱۹۵۶ء	مطابق جمادی الثانیہ ۱۳۷۵ھ

فہرست مندرجات

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱- فلسطین [illegible]	ایڈیٹر	ص۲
۲- وزیر اعظم پاکستان اور مولانا مودودی صاحب کے تعلقات۔	"	ص۸
۳- مسلمانوں کے حق میں بانی سلسلہ احمدیہ کی آخری وصیت۔	جناب مسعود احمد صاحب دہلوی بی۔اے	ص۹
۴- شذرات	ایڈیٹر	ص۱۱
۵- انسانی ترقی ہمیشہ سچے دین کے ساتھ وابستہ رہی ہے۔	جناب مولوی عبدالکریم صاحب	ص۱۷
۶- قومی ترقی میں علم اور صحت کی اہمیت	جناب چودہری احمدالدین صاحب	ص۲۴
۷- گورو گرنتھ صاحب کا تعارف	جناب عباداللہ صاحب گیانی	ص۳۲
۸- ضعفِ بصارت کی وجوہات اور اس کا طریق علاج - (انگریزی سے ترجمہ)	جناب ناصر نسیم صاحب	ص۳۷

مسئلہ نزولِ مسیح اور علماء

بھارت سے شائع ہونے والے ماہنامہ رسالہ الفرقان لکھنؤ (یو۔پی) میں مسئلہ نزولِ مسیح پر بحث کی گئی ہے اور مکرم ایڈیٹر صاحب رسالہ جناب مولوی محمد منظور صاحب نعمانی نے "صدق جدید" لکھنؤ میں شائع شدہ ایک معزز غیر احمدی کے خط کا جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے۔

ہم بفضلہ تعالیٰ مولانا نعمانی صاحب کے ان دلائل پر تبصرہ اپنے آئندہ رسالہ (مارچ ۱۹۵۶ء) میں کرینگے جو آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔ اور مسئلہ نزول مسیح کی حقیقت واضح کریں گے۔ انشاء اللہ۔

احباب آئندہ اشاعت کا انتظار فرمائیں!

ضروری اعلان

رسالہ الفرقان کا دفتر اب گول بازار میں کھل گیا ہے۔ مقامی خریدار اصحاب مطلع رہیں ——— (مینیجر)

عمدہ اور سستی سٹیشنری

اپنی اور اپنے بچوں کی ہر قسم کی ضروریات سٹیشنری مثل کاغذ ہر قسم کاپیاں، رجسٹر، پیڈ، لفافے، سیاہیاں، سلیٹیں، تختیاں وغیرہ عمدہ اور ارزاں نرخوں پر خریدنے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں۔

خورشید جنرل سٹور۔ گول بازار۔ ربوہ

رسالہ [illegible] ابوالعطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان احمد نگر ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد | الفرقان | شمارہ ۲

فلسطین میں تبلیغ اسلام

الٰہی نوشتوں کے مطابق فلسطین کو آخری زمانہ میں خاص اہمیت حاصل ہونے والی ہے۔ یہ سرزمین جسے قرآن پاک میں الارض المقدسۃ قرار دیا گیا ہے۔ اور جسے بائیبل کے محاورہ میں نبیوں کی زمین کہا جاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا ملک ہے جو عرب کے شمال میں اور شام کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس کے مغربی جانب بحیرۂ روم ہے۔ اس ملک سے یہودیت، مسیحیت اور اسلام کو نہایت گہرا تعلق ہے۔ یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس اسی سرزمین میں ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فلسطین کے شہر بیت لحم میں پیدا ہوئے تھے اسی ملک کے شہر ناصرہ میں انہوں نے پرورش پائی تھی اور پھر بقول نصاریٰ اسی سرزمین میں وہ صلیب پر فوت ہوئے اور دفن کئے گئے اور پھر اٹھ کر آسمان پر جا بیٹھے۔ ظاہر ہے کہ اس لحاظ سے عیسائیت کو بھی اس علاقہ سے خاص تعلق ہے۔ مسلمان یوں تو سب انبیاء کی عزت و عظمت کرتے ہیں مگر حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا خاص طور پر قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے۔ اور پھر بیت المقدس مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء کا بھی اس جگہ سے خاص تعلق ہے۔

الغرض ان تینوں عظیم مذاہب کو اس سرزمین سے گہرا تعلق ہے۔ فلسطین میں آبادی کے لحاظ سے مسلمان، عیسائی اور یہود آباد ہیں۔ ہر قوم اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادات اور رسوم بجا لاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ
جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝ وَبِالْحَقِّ
اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

(سورۂ بنی اسرائیل ع ۱۲)

ترجمہ۔ ہم نے اس (موسیٰؑ) کے واقعہ کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم زمین کے سارے حصوں میں سکونت پذیر ہو جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ۔ جب دوسرے وعدہ یا بعثت ثانیہ کے وعدہ کے ظہور کا وقت ہوگا تو ہم تمہیں چاروں طرف سے اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔ حق اور صداقت کے ساتھ ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور یہ حق کے ساتھ ہی اترا ہے اور اے پیغمبر! ہم نے تمہیں بشارت دہندہ اور انذار کرنیوالا بنا کر بھیجا ہے۔"

قرآن مجید کی اس پیشگوئی سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں یہود کا سرزمینِ فلسطین میں مجتمع ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تقدیر تھی۔ چنانچہ قرآن مجید کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس صدی میں جبکہ قرآنی نصوص اور احادیثِ صحیحہ اور بزرگانِ امت کے کشوف و رؤیا کے مطابق **مسیح موعود** اور **مہدی معہود** کا ظہور سرزمینِ ہند میں ہؤا۔ تو دوسری طرف تمام دُنیا کے یہودیوں میں یہ تحریک پورے زور سے شروع ہوگئی۔ کہ ہمیں فلسطین میں آباد کیا جائے اور بعض مغربی اقوام نے "حبل من النّاس" کے مطابق یہود کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے ان سے وعدہ کیا کہ وہ فلسطین میں یہود کے لئے "**وطن قومی**" قائم کرائیں گے۔ ایک لمبی جدوجہد کے بعد اور ہزاروں قسم کے حیلے اور خفیہ تدابیر اختیار کرکے یہودیوں نے فلسطین کو تقسیم کروا لیا اور سنہ ۴۸-۱۹۴۷ء میں فلسطین کے ایک حصّہ کو "ارض اسرائیل" قرار دیکر علیحدہ سلطنت بنا دیا گیا۔

فلسطین کے متعلق عیسائیوں کا ہمیشہ یہ منصوبہ رہا ہے کہ اسے ایک **عیسائی سلطنت** کے تابع رکھا جائے۔ **صلیبی جنگوں** سے لیکر آج کل کی تبلیغی جدوجہد تک عیسائیوں کا یہی نصب العین رہا ہے۔ اس صدی میں جبکہ یاجوج وماجوج روئے زمین پر پھیل گئے اور ہر خطۂ زمین کو اپنے اثر و نفوذ کے نیچے لے آئے تو ان کے **دجال** نے مذہبی جامہ پہن کر جگہ بجگہ تثلیث کے غلط عقیدہ کو پھیلانے کے لئے غیر معمولی جدوجہد شروع کر دی۔ مغربیت کا استعماری روپ 'یاجوج و ماجوج' کی صنعتی ترقی اور ایجادات کا رُعب ان دونوں کے لئے پشت پناہ ہؤا اور انہوں نے ہر ملک میں عیسائیت کو پھیلانے کے لئے انتہائی کوششیں کیں اور اس کے لئے تمام ذرائع کو استعمال کیا۔ پادریوں کا یہ گروہ پوری شان اور قوت کے ساتھ فلسطین میں بھی کارفرما تھا۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد سلطنتِ عثمانیہ کے شکست کھا جانے پر جب استعماری طاقتوں نے مسلمان ممالک کے حصے بخرے کئے تو فلسطین انگریزوں کے حصے میں آیا اور اس پر **انگریزی انتداب** قائم ہوگیا۔ پھر کیا تھا پادریوں کا **سیل حادث** اس چھوٹے سے ملک میں اُمڈ آیا۔ عیسائیوں کے تبلیغی مشن قائم ہوگئے اور اشتہارات جاری ہوگئے۔ یہود کی آمد کا ابھی آغاز تھا اور یوں بھی یہودی لوگ مذہب میں بہت جامد ہیں اسلئے عیسائی پادریوں کا رُخ مسلمانوں کی طرف ہی تھا۔ انہیں وہ اپنا تر نوالہ سمجھتے تھے۔

اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ خود سامان کرتا ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو اس غرض سے نازل فرمایا ہے تا آپ اسلام کی عظمت کو ظاہر کریں اور اس کی برتری اور فضیلت کو دیگر تمام ادیان پر ثابت کر دیں۔ آپ نے تمام مذاہب کے پیروؤں کو اس میدان میں بلایا اور سب پر اتمام حجت کی۔ جماعت احمدیہ صرف اسی مشن کی تکمیل کیلئے قائم ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل جو وصیت اور تاکیدی حکم اپنی جماعت کو دیا تھا وہ یہ تھا کہ :-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ

کا مقصد ہے جس کے لئے میں دُنیا میں
بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو
مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر
زور دینے سے۔"

(الوصیت صفحہ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اِس وصیت کے مطابق دنیا بھر میں اسلام کی منادی کر رہی ہے۔ اس نے تمام براعظموں میں تبلیغی مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ کو اپنے اس کام میں بہت کامیابی حاصل ہو رہی ہے اور اس کے ذریعہ سے اسلام کا چرچا اکناف عالم میں پھیل رہا ہے۔ چنانچہ مصر کے ایک معاند اخبار "الفتح" کو بھی جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا اعتراف کرنا پڑا۔ اخبار الفتح میں لکھا ہے:۔

"تظرت فاذا حركتهم امر مدهش
فانهم رفعوا اصواتهم واجروا
اقلامهم باللغات المختلفة و
ايدوا دعوتهم ببذل المال فى
المشرقين والمغربين فى مختلف
الاقطار والشعوب ونظموا
جمعياتهم وصدقوا الحملة حتى
استفحل امرهم وصارت لهم
مراكز دعاية فى آسيا واوربا و
امريكا وافريقية تساوى علماً و
عملاً جمعيات النصارى واما
فى التاثير والنجاح فلا مناسبة
بينهم وبين النصارى فالقاديانيون
اعظم نجاحاً لما معهم من حقائق
الاسلام وحكمه۔ (الفتح۔ قاہرہ مصر ۳۱۵
۳۰ جمادی الآخرۃ ۱۳۵۱ ہجری)

ترجمہ۔ میں نے جب غور سے دیکھا تو قادیانیوں کا معاملہ بہت حیرت انگیز تھا۔ انہوں نے تقریر اور تحریر کے ذریعہ سے مختلف زبانوں میں اپنی تبلیغ کو پھیلا رکھا ہے۔ مشرق و مغرب کی مختلف قوموں اور مختلف ممالک میں وہ اشاعت دین اور اپنی دعوت کی تائید کے لئے روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ ان کی جمعیت نہایت منظم ہے اور انہوں نے ایک بھرپور وار کیا ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہے کہ اب ان کا معاملہ بہت قوت پکڑ چکا ہے اور ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ میں ان کے ایسے تبلیغی مرکز قائم ہو چکے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائی مشنوں کا مقابلہ کرتے ہیں لیکن اپنے اثرات اور کامیابی کے لحاظ سے عیسائیوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ قادیانی لوگ اپنی تبلیغ میں عیسائیوں سے بہت زیادہ کامیاب ہیں کیونکہ ان قادیانیوں کے ساتھ اسلام کے حقائق اور حکمتیں ہیں۔"

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۹۲۴ء میں یورپ میں ایک مذہبی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے واپسی پر جون ۱۹۲۵ء میں بلاد عربیہ کیلئے قادیان سے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس کو بطور مشنری بھیجا۔ جناب شاہ صاحب تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ملک شام میں احمدیہ مشن کی بنیاد رکھ کر واپس آ گئے۔ مولانا شمس صاحب وہاں پر باقاعدہ طور پر مبلغ مقرر ہوئے۔ آپ نے شام میں پھیلے ہوئے عیسائی مشنریوں سے خوب مناظرات کئے اور متعدد رسائل شائع فرمائے۔ دسمبر ۱۹۲۷ء میں آپ پر بعض معاندین کی طرف سے قاتلانہ حملہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ آپ بچ گئے لیکن آپ کو کافی عرصہ تک ہسپتال میں رہنا پڑا۔ اس عرصہ میں شام و لبنان میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی تھی۔ مارچ ۱۹۲۸ء کے اواخر میں مولانا کو فرانسیسی حکومت نے ملک شام

...زنے پر مجبور کیا جس پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے آپ کو فلسطین کے شہر حیفا ... نے کا حکم فرمایا۔ اس طرح سے ۱۹۲۸ء میں فلسطین میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ تبلیغی مشن صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ماتحت جاری ہوا اور اب تک اسی طرح جاری ہے۔ مولانا شمس صاحب اگست ۱۹۳۱ء تک فلسطین میں پیغام حق پہنچاتے رہے۔ اس دوران میں آپ دو مرتبہ مصر بھی گئے۔ وہاں پر محترم الشیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم بھی تبلیغ دین کا فریضہ بجا لاتے تھے۔ حیفا (فلسطین) میں مولانا شمس صاحب کی سخت مخالفت ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے ذریعہ سے فلسطین میں ایک مخلص جماعت قائم ہو گئی۔ مصر میں بھی اس وقت جماعت منظم صورت میں معرض وجود میں آگئی تھی۔ فلسطین میں حیفا اور کبابیر دو مقامات پر اچھی تعداد میں لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔ دوسرے دیہات میں بھی بعض لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔ مولانا شمس صاحب نے کبابیر میں "مسجد محمود" کی بنیاد رکھی اور کافی حد تک اسے تعمیر کر واچکے تھے کہ آپ اواخر ۱۹۳۱ء میں قادیان واپس ہوئے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

مولانا شمس صاحب نے اپنے دوران قیام میں جو کتب، رسالے اور پمفلٹ شائع کئے ان میں سے اکثر کے نام یہ ہیں:-

میزان الاقوال۔ الھدیۃ السنیۃ للفئۃ المسیحیۃ۔ البرھان الصریح فی ابطال الوھیۃ المسیح۔ تحقیق الادیان۔ توضیح المرام۔ دلیل المسلمین۔ النور المبین۔ کشف اللثام۔ جوھر الکلام۔ تنویر الالباب لابطال دعوۃ البھاء والباب۔ حکمۃ الصیام۔ اظہار الحق۔ الجہاد الاسلامی۔ ۱۴ الساکت عن الحق۔ ۱۵ الحق ابلج والباطل لجلج۔ ۱۶ اعجب الاعاجیب۔

مولانا شمس صاحب سے چارج لینے کے لئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اگست ۱۹۳۱ء میں خاکسار (ابو العطاء) کو قادیان سے فلسطین روانہ فرمایا۔ آخر اگست ۱۹۳۱ء سے آخر جنوری ۱۹۳۶ء تک میں نے فلسطین میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔ اس عرصہ میں مولانا شمس صاحب کی تعمیر کردہ "مسجد محمود" پایۂ تکمیل کو پہنچی جس کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔ میرے زمانہ میں بھی عیسائی مشنریوں سے باقاعدہ مقابلہ جاری رہا۔ میں نے گاہے ماہے ٹریکٹ یا رسالے شائع کرنے کی بجائے باقاعدہ مقررہ وقت پر شائع ہونے والے رسالہ کی بنیاد رکھی۔ پہلے شروع میں ماہی رسالہ "البشارۃ الاسلامیۃ الاحمدیۃ" جاری کیا۔ جسے بعد میں ۱۹۳۵ء کے شروع سے "البشریٰ" کے نام سے ماہوار کر دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج تک جاری ہے۔ وللہ الحمد۔

اس عرصہ میں عیسائی پادریوں سے متعدد تحریری اور تقریری مناظرے ہوئے جن میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور بہت سی مخلوق تک پیغام حق پہنچا۔ عبرانی پڑھ کر میں نے عبرانی زبان میں ٹریکٹ شائع کیا اور یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ یہودی بہت سخت قوم ہے مگر انہیں یہ حیرت تھی کہ اب ہمیں عبرانی میں تورات کے حوالہ جات کے ذریعہ سے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ علماء سے بہت دفعہ گفتگو ہوتی رہی۔ انفرادی تبلیغ پر زور رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور بعض مقامات پر نئے احباب بھی اسلام واحمدیت میں داخل ہوئے۔

جماعت کی تربیت اور بچوں کی تعلیم کے لئے ایک

باقاعدہ مدرسہ کبابیر میں جاری کیا گیا۔ اپنا پریس نہ ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ احباب جماعت کے تعاون سے مصر سے ایک پریس خرید کر "المطبعۃ الاحمدیّۃ" کے نام سے کبابیر میں جاری کیا گیا۔ مجھے یہ خوشی ہے کہ اس پریس کو جاری کرنے کے علاوہ ابتداءً اس میں مَیں نے ہر قسم کا کام کیا ہے۔ مجھے دو تین مرتبہ مصر میں بھی جانے کا موقع ملا۔ اور یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ الازھر کے ترجمان رسالہ "نورالاسلام" نے "البشارۃ الاسلامیۃ الاحمدیّۃ" کے جواب میں ایک ایڈیٹوریل لکھا تو ہم نے مصر میں ہی اس کا مفصل جواب ایک خاص نمبر کی شکل میں شائع کیا۔ جس پر ازہری علماء کو جواب کی بجائے یہی سُوجھی کہ رسالہ کو حکومت سے ضبط کرا لیا جائے۔ جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

ہمارے رسالہ کا مقالہ افتتاحیہ ہمیشہ عیسائی پادریوں کے رد میں ہوتا تھا جس پر آخرکار انہیں اس طرف توجہ کرنی پڑی۔ ان مقالات کی وجہ سے مشائخ و علماء بھی رسالہ کو دلچسپی سے پڑھتے تھے۔

باقاعدہ سہ ماہی یا ماہوار رسالہ کے علاوہ میرے وقت میں جو کتب و رسائل شائع ہوئے اُن میں سے اکثر کے نام یہ ہیں:۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اعجاز المسیح جس کے شروع میں سولہ صفحات کا دیباچہ لکھا گیا۔ (۲) نبراس المومنین۔ (۳) بشائر التوراۃ والانجیل فی حق سلیل سیّدنا ابراھیم الخلیل۔ (۴) عین الضیاء۔ (۵) القول المتین فی بیان معنی خاتم النبیین (۶) عشرون دلیلاً علیٰ بطلان لاھوت المسیح۔ (۷) الدین الحی الخالد۔

آخر جنوری ۱۹۳۶ء کو مرکز قادیان کے حکم کے مطابق مَیں مولانا محمد سلیم صاحب فاضل کو چارج دے کر سوریا اور عراق کے راستہ سے ہو کر ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء کو قادیان پہنچ گیا۔

مولانا محمد سلیم صاحب ۱۹۳۸ء تک فلسطین میں فریضۂ تبلیغ ادا کرتے رہے۔ آپ نے جاری کام کو خوبی سے سنبھالا اور تبلیغِ اسلام کے کام کو وسعت دی۔ البشریٰ کے ذریعہ سے پہلے بھی متعدد ممالک میں پیغامِ حق پہنچ رہا تھا مولانا محمد سلیم صاحب نے اسے زیادہ وسیع رنگ دیا۔ کئی پادریوں سے آپ کے مناظرے بھی ہوئے۔ آپ نے اپنے مختصر عرصۂ قیام میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب "الاستفتاء" شائع کی۔

ان کے بعد مولانا محمد شریف صاحب فلسطین مشن کے انچارج مقرر ہوئے۔ آپ ۱۹۳۸ء سے دسمبر ۱۹۵۵ء تک اس مشن میں فریضۂ تبلیغ سرانجام دیکر ابھی حال میں ہی واپس آئے ہیں۔ آپ نے اس لمبے عرصہ میں ماہنامہ البشریٰ کو باقاعدہ جاری رکھا اور اسے بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل عربی کتب شائع کیں:۔

(۱) لجّۃ النور۔ (۲) نجم الھدیٰ۔ (۳) تحفہ بغداد۔ (۴) حقیقۃ المھدی۔ (۵) حمامۃ البشریٰ۔ (۶) الھُدیٰ (۷) مکتوب احمد الیٰ علماء الھند وغیرھا۔

یہ کام اپنی ذات میں نہایت اہم ہے۔ پھر آپ نے چند اُردو کتب کے عربی تراجم کئے اور انہیں شائع کیا جو یہ ہیں:۔

(۱) تجلیاتِ الٰہیہ (۲) لیکچر سیالکوٹ۔

(۳) الوصیّت (۴) تحفہ شاہزادہ ویلز۔

علاوہ ازیں آپ نے ذیل کے رسائل بھی شائع کئے۔

(۱) التاویل الصحیح لنزول المسیح ۔

(۲) نداء المنادی چار حصص۔ علاوہ ازیں عربی اشتہارات چالیس ہزار کی تعداد میں طبع کرا کر تقسیم کئے۔

یاد رہے کہ یہ سارا تحریری کام اس حالت میں کیا گیا ہے کہ فلسطین میں کشت و خون جاری تھا اور فلسطین کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے اور اسرائیل کی سلطنت کو معرضِ وجود میں لا کر عربوں کے سر پر ایک ناگہانی مصیبت نازل کر دی گئی تھی۔ چنانچہ ہزاروں مسلمان عرب اپنے وطن سے بے وطن اور ہزاروں جانیں وطن کی محبت پر قربان ہو گئیں۔ ان ہولناک ایام میں مولانا محمد شریف صاحب کبابیر کے اسرائیل میں آجانے کے باوجود اپنا فرض باحسن وجوہ پورا کرتے رہے اور ہر ممکن موقع پر اسلام کا نام پہنچاتے رہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

اب وہ مع اہل و عیال واپس آ گئے ہیں اور ان کی جگہ اس مشن کے انچارج مولانا جلال الدین صاحب قمر مقرر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی دستگیری فرمائے اور ہر وقت ان کا حامی و ناصر ہو۔ اللّٰھم آمین یا ربّ العالمین۔

اِس جگہ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بلادِ عربیہ میں جناب سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی دو ترجمہ کردہ اور ایک ذاتی تصنیف سے تبلیغ میں بہت فائدہ ہوا ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح اور اسلامی اصول کی فلاسفی کا عربی میں ترجمہ کیا جو بالترتیب التعلیم اور الخطاب الجلیل کے نام سے شائع ہوئی ہیں پھر شاہ صاحب کی تصنیف حیاۃ المسیح ووفاتہ بھی بہت مفید ہے۔

بہرحال فلسطین میں تبلیغِ اسلام کا یہ مختصر سا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین ۔

بقیہ شذرات از صـ۱۶

جب خدا کی نافرمانی کی حالت ہر جگہ ہے تو ہم کیسی طرح اسکے عذاب سے بے فکر ہو نا چاہیئے۔ یہ سیلاب ان علاقوں میں بھی آ گیا ہے جہاں کبھی اسکے آنیکا کسی کو خیال بھی پیدا نہیں ہوا ہو گا۔"

(اخبار "اعلان" لائل پور ۳ راکتوبر ۱۹۵۵ء)

الفرقان۔ ہم اپنے بھائیوں کی توجہ آیت قرآنی وما کنّا معذّبین حتّٰی نبعث رسولًا کی طرف بھی مبذول کراتے ہیں واللہُ الھادی والموفق۔

(۳) انت منّی وانا منک کا تازہ ترین استعمال

مکہ شریف کے سرکاری اخبار "اُم القریٰ" میں شاہ حجاز کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے جس میں آپ نے بریمی کے علاقہ پر انگریزی قبضہ کا ذکر کرتے ہوئے اہل عرب سے فرمایا:۔

"فانی سابذل ما فی وسعی وکل جھودی السلمیة متفادیًا کل وطاۃ بل کل قطرۃ من دم ای فرد من افراد شعبی فان تحققت الامنیة وجلا البریطانیون عن بلادی فھو الامل بالصدیق مع صدیقه وان ظلوا علیٰ ما ھم علیه فانی اول جندی سیذھب الیٰ ھذہ المنطقة ولا ابخل بنفسی دون نفوسکم فانتم منی وانا منکم"۔ (اُم القریٰ ۲۵ رنومبر ۱۹۵۵ء)

ترجمہ: میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرونگا کہ کوئی جنگ نہ ہو بلکہ میری قوم کے کسی فرد کا ایک قطرہ خون بھی نہ گرے۔ اگر امید بر آگئی اور انگریز میرے ملک سے چلے گئے تو دوست کو دوسرے دوست سے یہی امید ہوتی ہے لیکن اگر انہوں نے اپنی بات پر اصرار کیا تو پھر میں پہلا سپاہی ہونگا جو اس علاقہ میں جائیگا میں تم سے پیچھے نہ رہونگا کیونکہ انتم منی وانا منکم۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔"

وزیر اعظم پاکستان اور مولانا مودودی صاحب کے تعلقات

جناب مودودی صاحب کا ایک تازہ خط

ایک شخص نے مولانا مودودی صاحب سے ان کے وزیر اعظم چودھری محمد علی صاحب سے تعلقات کے بارے میں سوال کیا۔ جس پر مودودی صاحب نے ذیل کا مکتوب لکھا جو اسلامی جماعت کے روزنامہ تسنیم ۱/۶، ۵۶ میں شائع ہوا ہے:۔

"لاہور ۲۷ دسمبر ۵۵ء

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ چودھری محمد علی صاحب سے میرے ذاتی تعلقات پندرہ سولہ برس پرانے ہیں اور برادرانہ حد تک ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے بھی وہ میرے ہاں تشریف لاتے تھے اور میں ان کے ہاں جاتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی وہ ہمیشہ مجھ سے ملتے رہے۔ ان کی سرکاری پوزیشن اور میری سیاسی پوزیشن کبھی ان تعلقات میں مانع نہیں ہوئی۔ اب انکے وزیر اعظم بن جانے کے بعد آخر یہ ذاتی دوستی کیوں ختم ہو جائے۔

بعض لوگوں نے از راہِ شرارت میری اور انکی ملاقات کو "خفیہ ملاقات" قرار دیا ہے اور اکتوبر کی ایک ملاقات کا ذکر اس طرح کیا ہے گویا میرے اور ان کے درمیان کوئی سازباز ہوا تھا۔ حالانکہ میں جب کبھی کراچی جاتا ہوں ان سے ایک دو ملاقاتیں ضرور ہوتی ہیں اور چونکہ رات ہی کا وقت میری اور انکی فرصت کا ہو سکتا ہے اسلئے رات ہی کے وقت ہوتی ہیں۔ اسی ذاتی میل جول کی کوئی سیاسی حیثیت نہیں ہے اسلئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکا ذکر اخبارات میں آتے۔ البتہ جس روز امیر جماعت اسلامی اور وزیر اعظم پاکستان کی کوئی بات چیت سیاسی گفت و شنید کی نوعیت کی ہوگی تو انشاء اللہ وہ منظر عام پر ہوگی۔

افسوس ہے کہ سیاست بازوں کو ہر چیز میں سیاست بازی اور گٹھ جوڑ ہی نظر آتا ہے مگر میں ان کا ہم جنس نہیں ہوں نہ کسی کے طعن و تشنیع سے اپنی وضع میں تغیر کر سکتا ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ (تسنیم ۱/۶، ۵۶ء)"

الفرقان - اس خط پر ہم کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے یہ واضح خط ہے۔ طلوع اسلام کراچی نے اس پر خوب لکھا ہے کہ:۔

"جہاں تک ہمیں معلوم ہے ان کی پہلی مرتبہ ملاقات اس وقت ہوئی جب مودودی صاحب دار الاسلام (پٹھانکوٹ) میں جماعت اسلامی کی طرح ڈال کر جماعت ہی کی تبلیغ کے سلسلہ میں دہلی آتے تھے۔ اس زمانے میں چودھری صاحب مودودی صاحب کے خیالات سے متاثر تھے اور یہی چیز ان کی ملاقات اور تعلقات کا باعث بنی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں (جب مودودی صاحب چودھری صاحب کے ہاں قیام کرتے تو) وہاں چودھری صاحب کے احباب کے اجتماعات بھی ہوتے اور ان میں مودودی صاحب کے خیالات اور تحریک کے متعلق گفتگو ہوتی۔ ہم ارباب فکر و ہوش سے پوچھتے ہیں کہ جن تعلقات کی بنیاد کسی کے خیالات یا تحریک سے ہم آہنگی کی بناء پر ہو کیا ان تعلقات کو "ذاتی تعلقات" کہا

مسلمانوں کے حق میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کی آخری وصیّت

وہ راز کی بات جس کے ساتھ خدا کی ایک بہت بڑی تقدیر وابستہ ہے

از مکرم جناب مسعود احمد صاحب دہلوی بی اے

بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ۶۵ سال قبل اسلام کی فتح کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے مسلمانوں کو نہایت درد بھرے الفاظ میں ایک نصیحت فرمائی تھی۔ اور اس نصیحت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اسے "آخری وصیّت" اور "راز کی بات" قرار دیا تھا اور واضح فرمایا تھا کہ اس نصیحت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی تقدیر وابستہ ہے۔ اس کے نتیجہ میں یورپ اور ایشیا میں توحید خالق کی ہوا چلے گی اور ایک دُنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جمع ہوگی۔ آپ کی اس عظیم الشان نصیحت کے الفاظ یہ ہیں :-

"اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیّت سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں۔ اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو۔ اور عیسائیوں پر یہ ثابت کردو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہوچکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پُرزور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کردو۔ جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کردو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کردو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دُنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہوسکتا اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکا ہے۔ چنانچہ اس کا الہام یہ ہے

کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولاً انت معی وانت علی حق المبین انت مصیب و معین للحق" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۱-۵۶۲ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

اس انتہائی اہم نصیحت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے وفات مسیح کے عقیدہ کی بنیادی اہمیت واضح فرمائی ہے اور اس امر پر زور دیا ہے کہ دنیا میں اسلام کے غالب آنے کا دارومدار عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ تسلیم کرنے پر ہے۔ جب تک عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ نہیں مانا جائے گا اس وقت تک مشرق و مغرب میں توحید کی ہوا نہیں چلے گی اور دنیا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا مامور اس زمانہ میں اسلئے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا وفات یافتہ ہونا ثابت کر کے دنیا کو توحید پر قائم کرے اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قائل بنائے۔

ذیل میں ہم خود عیسائی پادریوں کی تحریرات کی روشنی میں اس امر پر روشنی ڈالیں گے کہ کس طرح حیات مسیح کا عقیدہ اسلام کی اشاعت میں روک ثابت ہوتا ہے اور عیسائی پادری خود مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے میں اس عقیدے سے کس قدر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

حیات مسیح اور عیسائی حضرات

چنانچہ امریکہ کے ایک مشہور پادری مسٹر ای۔ ڈبلیو۔ بیتھمن (E.W. Bethmann) اپنی کتاب "Bridge to Islam" میں اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ مسلمانوں کے سامنے عیسائیت کی تعلیم پیش کرنے کا اصل طریق کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ کہ اسلام بہت سیدھا سادا مذہب ہے۔ اس کی اخلاقی تعلیم عام فہم اور قابل عمل ہے۔ اگر ہم ظاہری الفاظ پر حصر کرتے ہوئے مسیح کے اقوال سے اس کا مقابلہ کریں تو کوئی تعجب نہیں کہ اسلام کا ہی پلہ بھاری رہے اسلئے ہمیں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ دونوں مذاہب میں سے کس کی تعلیم اچھی ہے بلکہ زور اس بات پر دینا چاہیئے کہ مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے کو عیسائیت میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خدا تک پہنچنے کا اصل وسیلہ وہی ہو سکتا ہے جو آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہوا ہے اور جس نے ایک دفعہ پھر واپس آکر دنیا کو راہِ نجات دکھانی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ امر خود مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے کہ مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے۔ ہمیں ان کے اس عقیدہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اِس ضمن میں مسٹر بیتھمن اسلام کی اخلاقی تعلیم کی فضیلت کا اپنے مخصوص انداز میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"Comparing the two systems according to their outward structure and appearance, there does not seem to be much difference between the two, and comparing form with form, Islam would probably take the first prize. Muslims contend that Islam is simpler, easier to com-

prehend, and more reasonable, that its requirements can be met by everyone, whereas the sayings of Christ, although pointing to high ideals, are difficult to attain and nobody or only a chosen few are able to live up to them. Therefore they affirm, Islam is more practicable for this world." (Bridge to Islam page 251)

ترجمہ:- "جہاں تک ظاہری شکل وصورت کا تعلق ہے دونوں مذاہب میں زیادہ فرق نظر نہیں آتا۔ اور اگر ظاہری طور پر دونوں کا مقابلہ کیا جائے تو غالباً بازی اسلام کے ہی ہاتھ رہے گی۔ مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ اسلام نسبتاً زیادہ سادہ، عام فہم اور عقل کے مطابق ہے۔ اسکے مقتضیات اور مطالبوں کو ہر شخص پورا کرسکتا ہے بر خلاف اس کے مسیح کے اقوال کو جو اگرچہ ایک بلند مطمح نظر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اپنانا مشکل ہے کوئی شخص بھی ان کے مطابق زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ یا صرف چند منتخب اشخاص کے لئے ہی ان پر عمل پیرا ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ اسلئے وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام اس دنیا کے لحاظ سے بہت زیادہ قابل عمل ہے"

یہ واضح کرنے کے بعد کہ مسلمانوں سے اسلام کی اخلاقی تعلیم یا مسیح کی الوہیت کے بارے میں براہ راست بات نہیں کرنی چاہیئے۔ مسٹر بیتھمن نے حیات مسیح کے عقیدہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی اِن الفاظ میں تلقین کی ہے:-

"Let us not harp on theological fine points about the relationship of Christ to God, but let us show that resurrection is one of the vital points of Christianity. Without the resurrection of Christ, without a living Christ, we would be the most miserable of all men. Muslims know that Muhammed is dead and they know also that Christ lives. Let us make the most of it, but not in a childish way, however, as saying "Look my man is better than yours." No, but

let us point out the spiritual consequences which result from Christ being alive with God in heaven, and show the spiritual resources we can draw upon because of this fact "
(page 287 - 288)

ترجمہ :- "ہمیں اس بارے میں کہ مسیح کا خدا سے تعلق کس نوعیت کا مباحث نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے بجائے ہمیں زور اس بات پر دینا چاہیئے کہ جن عقائد پر مسیحیت کی بنیاد ہے ان میں سے ایک مسیح کا جی اُٹھنا اور آسمان پر جانا ہے۔ اگر مسیح مرنے کے بعد جی نہ اُٹھا ہوا اور زندہ موجود نہ ہو تو پھر روئے زمین کے تمام انسانوں میں سے سب سے زیادہ ناگفتہ بہ حالت ہمارے سوا اور کسی کی نہ ہوگی۔ مسلمان مانتے ہیں کہ محمد فوت ہو گئے اور وہ یہ بھی مانتے ہیں مسیح زندہ ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ لیکن بچوں کی طرح یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دیکھو میرا نبی تمہارے نبی سے افضل ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم یہ واضح کریں کہ مسیح کے آسمان پر خدا کے ساتھ زندہ موجود ہونے سے روحانی طور پر کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اور اس بنا پر ہمیں کیسے روحانی وسائل میسر آتے ہیں۔"

اسی طرح سنہ ۱۹۱۰ء میں عیسائی مشنریوں کی ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں اس امر پر غور کیا گیا تھا کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں تک مسیحیت کا پیغام پہنچانے کے لئے کیا کیا طریقے اور وسائل کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ کانفرنس میں مسلمانوں کے عقائد اور خیالات کے متعلق جو رپورٹ پیش کی گئی اس میں "حیاتِ مسیح" اور "احیاءِ موتیٰ" کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا گیا کہ مسلمانوں کے ان عقائد سے ہمیں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ وہ مسیح کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں کہ جن سے مسیح کا تمام دیگر انبیاء سے افضل ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کے ذہنوں کو اس بات کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے کہ وہ بالآخر اس کی الوہیت کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس رپورٹ میں جو "The Missionary Message in Relation to Non-Christian Religions" کے نام سے کتابی شکل میں طبع شدہ موجود ہے، لکھا ہے :-

" A high place is accorded to Jesus in Islam, even although He is assigned a position lower than that of Mohammed. Many of the truths in refer-

ence to the Lord Jesus Christ acknowledged by Mohammedans, may be profitably used to make the point clear that, even on their own (unconscious) showing, Jesus possessed characteristics which entitle us to consider Him greater than any other prophet, and so prepare the way for the acceptance of His divinity." (page 143-144)

ترجمہ :" اسلام میں اگرچہ مسیح کا مرتبہ محمدؐ سے کم ہے لیکن بایں ہمہ اسے ایک بہت بلند مقام دیا گیا ہے۔ خداوند یسوع مسیح کے متعلق بہت سی ایسی صداقتوں کو جنہیں مسلمان خود تسلیم کرتے ہیں ہم اپنے حق میں استعمال کرکے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہ امر واضح کر سکتے ہیں کہ خود ان کے اپنے (غیر شعوری) بیان کے مطابق مسیح ایسی صفات کا مالک تھا کہ جو ہمیں اس بات کا سزاوار ٹھہراتی ہیں کہ ہم اسے ہر دوسرے نبی سے افضل مانیں۔ اس طرح ہم اس کی الوہیت کو تسلیم کرانے کا راستہ صاف کر سکتے ہیں۔"

وفات مسیح پر عیسائی دنیا کا اضطراب

عیسائی پادریوں کے یہ اقتباسات اس حقیقت پر زندہ گواہ ہیں کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے آج سے ۵۶ سال قبل مسلمانوں کو جو نصیحت کی تھی اور جسے آخری وصیت قرار دیا تھا اس کا ایک ایک لفظ حق اور صداقت پر مبنی ہے۔ ان اقتباسات سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ "حیات مسیح" کا عقیدہ جو قرآن مجید کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے خود مسلمانوں کے لئے کس قدر مہلک ثابت ہوا ہے اور محض اس ایک عقیدے کا سہارا لیکر عیسائی پادریوں اور مشنریوں نے مسلمانوں کو دین اسلام سے ورغلانے اور برگشتہ کرنے کی کیا کچھ کوشش نہیں کی ہے۔

واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ وہ گزشتہ ایک یا دو صدی کے اندر اندر اس کے بل پر لاکھوں لاکھ فرزندان توحید کو اسلام سے برگشتہ کر چکے ہیں اور تاحال برگشتہ کرنے میں مصروف ہیں۔ انہیں خود اس امر کا اقرار ہے کہ اگر عیسےٰ کو وفات یافتہ مان لیا جائے تو پھر عیسائیت کا کچھ باقی نہیں رہتا اور اس کا اسلام کے بالمقابل کالعدم ہو جانا لازمی ہو جاتا ہے۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید اور اور احادیث کی روشنی میں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرکے عیسائی دنیا میں ایک کھلبلی مچا دی۔ جیسا کہ ہم خود عیسائی پادریوں کی تحریرات کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ مروجہ عیسائیت کی تمام تر بنیاد ہی مسیح علیہ السلام کے جی اُٹھنے اور زندہ موجود ہونے پر تھی۔ اسلئے وہ اس پر سخت متفکر ہوئے۔ انہیں نظر آنے لگا کہ وفات مسیح کے عقیدہ کی موجودگی میں صرف یہ کہ سادہ دل مسلمانوں پر ان کا جادو نہ چل سکیگا بلکہ خود عیسائی اسلام کی خوبیوں کی طرف مائل ہوتے

شروع ہو جائیں گے۔ چنانچہ اُن کی اِس گھبراہٹ کا اندازہ عیسائی مشنریوں کی اُس عالمی کانفرنس سے بھی ہوتا ہے جو ۱۸۹۴ء میں انگلستان کے دارالحکومت لندن میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں رائٹ ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ دی لارڈ بشپ آف گلاسٹر نے اُس اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے جو خاص اسلامی ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ اور دیگر متعلقہ امور پہ غور کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا کہا :-

"But perhaps the movement in Mohammedanism is the most striking. I learn from those who are experienced in these things that there is now a new kind of Mohammedanism showing itself in many parts of our empire in India, and even in our own island here at home. ...... It discards many of those usages which have made Mohammedanism hateful in our eyes. Changes are plainly to be recognised; but Mohammedanism is not the less aggressive, and alas! to some minds among us (God grant that they be not many) even additionally attractive."

(The Official Report of the Missionary Conference of the Anglican Communion – 1894 page 64)

ترجمہ :" غالباً اسلام میں حرکت کے آثار سب سے زیادہ نمایاں ہیں مجھے ان لوگوں سے جو اِس بارے میں صاحبِ تجربہ ہیں، معلوم ہوا ہے کہ ہماری مملکت ہندوستان کے اکثر حصوں میں اور یہاں خود ہمارے اپنے جزیرے میں ایک نیا اسلام اُبھر رہا ہے ...... یہ مسلمانوں کے ان مروجہ عقائد میں سے بہت سی بدعات کا سخت مخالف ہے، جن کی وجہ سے ہماری نگاہ میں اسلام قابلِ نفرین ٹھہرتا ہے۔ یہ تبدیلیاں بآسانی محسوس کی جاسکتی ہیں۔ یہ اسلام اپنی نوعیت کے لحاظ سے کچھ کم جارحانہ نہیں ہے۔ افسوس اِس بات کا ہے کہ ہم میں سے بعض لوگوں کے لئے بھی (خدا کرے ان کی تعداد زیادہ نہ ہو) یہ اپنے اندر کچھ کم جاذبیت نہیں رکھتا"

اِس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ ماننے سے مروجہ عیسائیت کی تمام بنیاد ختم ہو کر

رہ جاتی ہے۔ مسیح کا آج کے دن تک زندہ موجود ہونا وہ ستون ہے جس پر عیسائیت کی تمام عمارت کھڑی ہے۔ اسی کے بل پر وہ حیاتِ مسیح کے عقیدے کا سہارا لے کر مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرتے اور انہیں الوہیتِ مسیح کا قائل بناتے رہے ہیں۔ وفاتِ مسیح کے عقیدے سے عیسائیت کا یہ ستون ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے خود اپنے دین پر قائم رہنا ممکن نہیں رہتا کجا یہ کہ وہ فرزندانِ توحید کو اسلام سے برگشتہ کریں۔ پس وفاتِ مسیح کا عقیدہ خود عیسائیت کی موت اور اسلام کے حق میں ایک نئی زندگی پر دلالت کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ وہ راز کی بات ہے کہ جس کے ساتھ دنیا میں غلبۂ اسلام کی آسمانی تقدیر وابستہ ہے۔ جوں جوں عیسائی دنیا پر یہ حقیقت منکشف ہوتی جائے گی کہ مسیح علیہ السلام ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکے ہیں اور انہوں نے اب دنیا میں واپس نہیں آنا بلکہ ان کی مثیل کے طور پر ایک اور مسیح نے خود کو مبعوث ہونا تھا اسی قدر تیزی سے وہ اسلام کے نور کی طرف دوڑے گی۔ کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں خود عیسائی پادری اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ "اگر فی الواقع مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور وہ زندہ موجود نہیں ہیں تو پھر عیسائیت کا کچھ باقی نہیں رہتا" مسٹر بیتھ من نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے وفات پا جانے کی صورت میں ہم عیسائیوں سے زیادہ ناگفتہ بہ حالت اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی یہ آخری وصیت اپنے اندر اسلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان رکھتی ہے جس کی چمک سے ایک دنیا کی آنکھیں خیرہ ہوتی جا رہی ہیں اور وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ جب آسمانی تقدیر کے عین مطابق وہ لوگ جو مسیح علیہ السلام کو الوہیت کا درجہ دے کر شرک کی ظلمت میں بھٹک رہے ہیں خدا تعالیٰ کی توحید کے قائل ہوں گے اور بالآخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جمع ہوں گے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۸ء میں اپنی مذکورہ بالا نصیحت کو اس کی بنیادی اہمیت کے اعتبار سے "آخری وصیت" قرار دیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ بالآخر واقعات کے لحاظ سے بھی یہ آپ کی "آخری وصیت" ثابت ہوئی۔ اسلئے کہ آپ نے اپنی وفات سے ایک روز قبل یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی زندگی کی جو آخری تقریر ارشاد فرمائی اس کے آخری الفاظ یہی تھے:-

"تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس
میں اسلام کی حیات ہے۔ اور
ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے
عیسیٰ محمدی کو آنے دو کہ اس
میں اسلام کی عظمت ہے۔"

(اخبار بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

بقایا دار حضرات

اپنے بقایاجات جلد ادا کر کے ادارہ سے تعاون فرمائیں!

(مینجر)

شذرات

(۱) مُردے زندہ نہیں ہو سکتے

جماعت احمدیہ کے پیش کردہ جملہ عقائد معقول اور اپنے اندر جاذبیت رکھتے ہیں اور اہلِ دنیا کو آخر ان عقائد کی معقولیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ وفاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ معدودے چند علماء قسم کے افراد کے استثناء کے ساتھ اب غیر احمدیوں میں اچنبھا نہیں رہا بلکہ ہر جگہ اسے معقول قرار دے کر تسلیم کیا جا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ مردے زندہ نہیں ہو سکتے۔ سچ مچ مر جانے والا انسان دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتا۔ غیر احمدی اپنے پیروں یا بعض انبیاء کے معجزات کے سلسلہ میں یہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ مُردے زندہ ہوتے رہے ہیں یا مسیح فوت ہو جانے کے باوجود زندہ ہو جائیں گے۔ یہ عقیدہ نص قرآنی فيمسك التي قضى عليها الموت کے صریح خلاف ہے اور فطرت کے بھی منافی ہے۔ اب اس خیال کو بھی لوگ ترک کر رہے ہیں اور جماعت احمدیہ کے عقیدہ کو قبول کر رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کا اخبار "ایشیا" لکھتا ہے:۔

"اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو ہمیں
اس امر کی توقع بھی کر لینی چاہیئے کہ مسلم لیگ
کو زندہ کرنے کی جو کوشش کی جا رہی ہے
وہ بھی کامیاب ہو جائے گی۔"

(ایشیا ۲؍ فروری ۱۹۵۶ء)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جماعت اسلامی والوں کے نزدیک مُردوں کے زندہ ہو جانے کا خیال ہر حال باطل ہے۔ وہ چونکہ مسلم لیگ کو مُردہ قرار دیتے ہیں اسلئے اس کے زندہ ہونے سے مایوس ہیں۔

(۲) پنجاب کا بے مثال سیلاب خدا کا عذاب ہے

اسلامی جماعت سرگودھا کے امیر نے گزشتہ سیلاب کے متعلق لکھا تھا کہ:۔ "دریائے راوی اور ستلج میں ہولناک طغیانی کی وجہ سے صدہا میل لمبا اور چوڑا علاقہ ایک ایسے تباہ کن سیلاب کی لپیٹ میں آچکا ہے جس کی **مثال گزشتہ ایک صدی کی تاریخ میں نہیں ملتی**۔ نوّے لاکھ افراد کی تباہی سے بلاواسطہ متاثر ہوئے ہیں۔ پنجاب کی نصف فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ ہزاروں قیمتی جانیں اس میں بہ گئی ہیں۔ صرف ضلع سیالکوٹ میں دو سَو سے اوپر افراد اس کی نذر ہو گئے ہیں اور ہزارہا دیہات تباہ ہو گئے۔ سینکڑوں دیہات کے نام و نشان ہی مٹ گئے ہیں۔ دیہات تو ایک طرف بعض شہروں تک مثلاً شرقپور کے تمام مکانات منہدم ہو گئے۔ لوگ کئی کئی دن درختوں کی چوٹیوں پر یا کسی بہت ہی اونچی جگہ بھوکے کسی طرف سے امداد کی انتظار میں بیٹھے رہے۔ جہاں بھوک، سردی اور سانپوں نے اُنہیں آدبوچا۔ جانیں لیں۔ ہزاروں مویشی بہ گئے اور لاکھوں مویشی بھوک کی حالت میں پریشان ہیں۔ گھروں کا اثاثہ اس ہولناک سیلاب کی نذر کر دینے کے بعد اب ہمارے یہ مصیبت زدہ بھائی خوراک کے ایک ایک لقمے اور کپڑے کے ایک ایک چیتھڑے کے سخت محتاج ہیں۔ بعض جگہوں پر بھوک کی وجہ سے اموات واقع ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اضلاع شیخوپورہ، سیالکوٹ، لاہور، منٹگمری اور ملتان کے متاثرہ علاقوں میں **قیامت صغریٰ** برپا ہے۔"

کیا یہ عذاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری انحراف اور سرکشی کی روش کے سوا کسی اور وجہ سے بھی ہو سکتے ہیں؟ (باقی صفحہ

انسانی ترقی ہمیشہ سچّے دین کے ساتھ وابستہ رہی ہے

علمی ریسرچ اور تحقیقات کے متعلّق اسلام کی بے نظیر تعلیم

(محترم مولوی عبدالکریم صاحب پشاوری)

دنیا میں جس قدر انواع و اقسام کی مخلوق پائی جاتی ہے خواہ وہ ذی روح ہے یا غیر ذی روح اس میں سے صرف انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جو ترقی پذیر وجود ہے جو نئی نئی ایجادات کا موجد اور نئے سے نئے علوم کا حامل زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ انسان کے ماسوا جس قدر مخلوق ہے وہ ابتدائے آفرینش سے جس غرضِ منصبی پر مقرر کی گئی ہے وہ اسے ادا کر رہی ہے اور اپنی حالت قدیمہ پر قائم ہے۔ اس نے کوئی ترقی نہیں کی۔ مثلاً آج کا بندر اسی طرح اپنی زندگی پہاڑوں کی کھوہ میں جنگل کے درختوں پر بسر کرتا ہے جس طرح آج سے ہزاروں سال پہلے بسر کرتا تھا۔ بیا اسی طرز کا گھونسلا بناتا ہے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے جو بناتی ہیں یا چیونٹیاں ایک نظام کے تحت اپنی خوراک کا ذخیرہ جمع کرتی ہیں اور مینا اور طوطا جو محدود الفاظ سیکھ کر بولتے ہیں۔ یہ سب افعال ان سے اسی طرح صادر ہوتے ہیں جس طرح آج سے ہزاروں سال پیشتر ان سے صادر ہوتے تھے۔ مختصر یہ کہ نہ بندروں نے بلحاظ رہائش کے اور نہ بیا اور شہد کی مکھیوں وغیرہ نے اپنی صنعت میں اور نہ چیونٹیوں نے اپنے نظام میں اور طوطا اور مینا نے اپنے نطق میں ترقی کی ہے۔ مگر وہ انسان جو پہلے بندروں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا، جنگل کے کچے پھل کھاتا تھا، پتوں سے اپنے جسم کی برہنگی کو ڈھانپتا تھا اس نے زندگی کے ہر ایک شعبہ میں حیرتناک ترقی کی ہے وہ کائنات کی اکثر اشیاء کو مسخر کرکے ان سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ دنیا میں قرآن مجید ہی وہ پہلی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں اس راز کا انکشاف کیا اور فرمایا کہ یہ ساری کائنات انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعًا۔ اور انسان صرف اس لئے پیدا کیا گیا کہ وہ میرا عرفان حاصل کرے۔ جیسا کہ فرمایا وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون۔

جو قومیں طرح طرح کے اوہام اور شرک میں مبتلا ہوتی ہیں وہ تو سورج، چاند، ستاروں، شجر و حجر، آگ اور پانی، ہوا بلکہ سانپوں تک کی پرستش کرتی ہیں وہ بھلا کب مذکورہ بالا چیزوں کا تجزیہ کرکے ان سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ ان سے فائدہ وہ لوگ ہی اٹھا سکتے ہیں جن کا نقطۂ مرکزی عقیدۂ توحید ہو۔ جن کا سر اللہ تعالیٰ کے آستانہ الوہیت کے سوا کسی دوسری چیز کے آگے نہ جھکتا ہو۔ قرآن مجید نے اسی لئے عقیدۂ توحید پر بڑا زور دیا ہے۔ اہل عرب نزولِ قرآن مجید سے پہلے نہ صرف ایک وحشی قوم تھے بلکہ خطرناک طور پر شرک کی مرض اور اوہام پرستی میں مبتلا تھے۔ قرآن مجید کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے بعد انہوں نے ہر قسم کی ترقیات حاصل کیں۔ زمانۂ حال کے

یورپین دہریہ طبع اور فلسفی مزاج لوگوں نے جو دین سے بیگانہ ہیں مذہب کی نسبت بڑے زور سے یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ مذہب ہر قسم کے علوم و فنون کی ترقی میں ایک بہت بڑی روک ہے۔ ان کا یہ اعتراض سراسر ضد اور تعصب کی وجہ سے ہے یا لاعلمی پر مبنی ہے۔ دنیا میں جب بھی کسی قوم نے ترقی کی ہے اس کی وجہ دینِ حق ہی ہوتا رہا ہے کیونکہ مذہب نہ صرف ان مسائل کی طرف توجہ دلاتا ہے جن کا تعلق الٰہیات سے ہے بلکہ اخلاق فاضلہ اور علوم و فنون کی طرف بھی راہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے ذکر میں فرمایا:-

۱- وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ
يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا
فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ
لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ
بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝
وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً
تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ
الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا
بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ (۲۱ / ۸۱-۸۲)

اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے ساتھ مسخر کیا (جو کہ) تسبیح کرتے تھے۔ اور (ایسا ہی) جانوروں کو بھی۔ اور ہم ایسا کرنے والے تھے۔ اور ہم نے اس کو ایک ایسے لباس کی کاریگری سکھائی جو تم کو لڑائی کے وقت بچائے۔ پس کیا تم شکر کرنے والے ہو۔ اور سلیمان کیلئے ہم نے تند ہوا کو مسخر کیا جو کہ اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس کو ہم نے برکت دی تھی۔ اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں"

۲- وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ
يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ
وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ
اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلِسُلَيْمٰنَ
الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا
شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ
...... يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ
مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَ
جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ
رّٰسِيٰتٍ ؕ (۳۴ / ۱۱ تا ۱۴)

ترجمہ:- ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو بزرگی دی۔ اے پہاڑو اور پرندو! اس کے ساتھ عاجزی سے تسبیح کرو۔ اور ہم نے اس کیلئے لوہے کو نرم کیا کہ بناؤ پوری زرہیں اور اس کے پرونے میں اندازہ رکھو اور نیک اعمال بجا لاؤ۔ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے دیکھنے والا ہوں۔ اور ہم نے سلیمان کیلئے ہوا کو مسخر کیا۔ اس کی صبح کی سیر اور شام کی سیر ایک ایک مہینے کے سفر کے برابر تھی۔ اور ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا ...... وہ اس کی خاطر وہی کچھ بناتے جو وہ چاہتا تھا یعنی بڑی بڑی عمارتیں اور تصویریں اور بڑے بڑے لگن تالابوں کی مانند اور دیگیں ایک جگہ دھری رہنے والی"

آیاتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو ایک ایسے لباس
کا علم دیا جو جنگوں میں حفاظت کے کام آتا تھا اور تیز
تُند (بھاپ) جو اس کے منشاء کے مطابق چلتی تھی اس
کے ذریعہ اس کی صبح کی سیر ایک ماہ کے سفر کے برابر
اور شام کی سیر ایک ماہ کے سفر کے برابر تھی۔ اور
تانبے کے چشمے (بھٹیاں جن میں تانبے کو پگھلایا جاتا ہے)
بہتے ہوئے ان کو عطا کئے۔ اور ایسے لوگ (کاریگر)
اس کے پاس تھے جو قلعے اور تصویریں، لگن اور دیگیں
اس کے لئے بناتے تھے۔ یورپ کو اپنے جن جنگی ساماتوں
پر ناز ہے وہ حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کو بھی عطا کئے
گئے تھے۔

سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کتاب
عطا کی گئی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ
الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ
عَظِيْمًا ۝ (۴/۱۱۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر الکتاب
یعنی ایک ایسی کامل کتاب نازل فرمائی ہے
جو حکمت پر مشتمل ہے اور اس میں وہ علوم
ہیں جو آپ پہلے نہ جانتے تھے۔"

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی مقدس کے ذریعہ تمام
کائنات میں غور و فکر کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں
نے اس میں غور و فکر کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا اس کا
اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں اظہار فرمایا:۔

۱۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ
قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ
يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ۔ (۳/۱۹۱)

یہ وہ عاقل ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور
کروٹ لیتے (یعنی ہر حالت میں) اللہ کو یاد
کرتے رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش
پر غور کرتے رہتے ہیں (اور جب کچھ انکشاف
ہوتا ہے) تو کہہ اٹھتے ہیں اے ہمارے پالنے
والے تو نے یہ سب فضول اور بیکار نہیں بنایا
تو پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

۲۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ
لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ
وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

وہی خدا ہے جس نے تمہارے لئے دریا
کو مسخر کیا تاکہ اسی کے حکم سے اس میں کشتی
چلے اور پھر اس کے ذریعہ تم اس کے فضل
کے طلبگار ہو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور
مسخر کر دیا تمہارے لئے جو کچھ بھی آسمانوں
اور زمین میں ہے سب کا سب۔ بیشک اس
میں غور و تدبر کرنے والوں کے لئے نشانات
ہیں۔"

۳۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
دَآئِبَيْنِ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ
وَالنَّهَارَ (۱۴/۳۳)

سورج اور چاند کو بھی اس نے
تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے جو ہمیشہ نقل و حرکت

میں ہیں۔ اس نے رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔"

۴۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۙ (۱۶/۱۲)

"اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا اور سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔ بے شک اس میں عقلمندوں کے لئے نشانات ہیں۔"

آیاتِ مذکورہ بالا پر سرسری طور پر غور کرنے سے حقیقت کھل جاتی ہے کہ مذہبِ حقہ ہی تمام علوم و حکمت کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ بغیر آسمانی نور کے انسان نہ حقائقِ اشیاء کا علم حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے اعلیٰ مقام کی حقیقت کو پہچان سکتا ہے۔ یورپ کی موجودہ ترقی میں نہ تو اس کی بے دینی اور دہریت کو دخل ہے اور نہ ہی اس سے مروجہ مسیحیت کا کوئی تعلق ہے۔ جو لوگ یورپ کی تاریخ سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مسیحیت بجائے اس کے کہ ترقی کا ذریعہ ٹھہری ہو وہ ہمیشہ ترقی میں مانع رہی ہے کیونکہ اس نے یورپ کو علم و تہذیب کی راہ پر چلانے کی بجائے الٹا اس کو جہالت اور ظلمت کے خطرناک گڑھے میں پھینک دیا تھا۔ اس کے ثبوت کے لئے صرف یہی امر کافی ہے کہ یورپ کی تاریخ میں ایک زمانہ ڈارک ایجز (Dark Ages) کے نام سے مشہور ہے اور وہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب رومی سلطنت تباہ ہوئی۔ اور اس وقت ختم ہوتا ہے جب سپین کے مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں علم کا چرچا شروع ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جبکہ یورپ میں مروجہ مسیحیت (جس کی تمام تعلیمات و عقائد کا منبع رومی بت پرستوں کے اصول و عقائد تھے) کا دور دورہ تھا۔ اگر اس مسیحیت میں روشنی اور تہذیب کے اسباب موجود ہوتے تو اس کے ساتھ ہی یورپ میں روشنی اور علم پھیلنا شروع ہو جاتا۔ اگر پہلے وحشت موجود تھی تو وہ مسیحیت کی برکت سے فوراً دور ہونی شروع ہو جاتی اور لوگ مہذب اور علم و حکمت سے بہرہ ور ہو جاتے۔ مگر مسیحیت کی برکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں ایک ظلمت کا دور دورہ شروع ہو گیا جس کا سلسلہ کئی صدیوں تک ممتد رہا اور اس کا خاتمہ اس وقت ہوا جبکہ اسلام کی روشنی نے سپین سے نکل کر یورپ کو منور کرنا شروع کیا۔ اور یورپ میں مسلمانوں کی بدولت علم و ہنر کا چرچا پھیلا۔ جو زمانہ ڈارک ایجز (Dark Ages) کے خاتمہ کے وقت شروع ہوا اس کو تاریخ میں رینے سنس (Renaissance) کا زمانہ یعنی علم و ہنر کے تازہ ہونے کا زمانہ کہتے ہیں جو سنہ ۱۴۰۰ء میں شروع ہوا۔ اگر مروجہ مسیحیت میں کوئی ترقی کا راز ہوتا تو چودہ صد سال تک کیوں مخفی رہا؟ یورپ باوجود مسیحیت کے غلبہ کے اور باوجود کل سلطنتوں کے مسیحی ہو جانے کے جہالت اور ظلمت کے گڑھے میں پڑا رہا۔ اور مروجہ مسیحیت بجائے اس کے کہ یورپ کو تاریکی سے نکالنے میں ممد و معاون ہوتی خود تاریکی پھیلانے اور اس کو قائم رکھنے میں مددگار ہوئی۔

مسلمانوں کی اس علمی ترقی کا جس سے یورپ نے روشنی حاصل کی اعتراف خود بعض یورپین مفکرین نے کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سپرنگر نے اپنے خط بنام نواب اعظم یار جنگ میں لکھا ہے کہ:۔

۱۔ مسلمانوں کا (موجودہ) انحطاط مذہب

اسلام سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ میجر آسبارن نے جو مقابلہ مذہب اسلام اور عیسائیت کا کیا ہے وہ بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ اگر ہم دونوں مذہبوں کی تاریخ کا مقابلہ کریں تو ہم دوسرے ہی نتائج پر پہنچیں گے۔ پیغمبر اسلام کی اُمت نے حیرت انگیز طور پر قلیل عرصہ میں قوت و ثروت اور اعلیٰ تمدّن کو حاصل کیا۔ زمانہ حروب صلیبیہ میں وہ ہر لحاظ سے عیسائیوں سے افضل تھے۔ بلا شبہ سلطان صلاح الدین اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ روشن خیال، نہایت شریف النسب اور اعلیٰ درجہ کا حریت پسند شخص تھا اور اپنے ہمعصر فریڈرک ثانی سے بھی کہیں افضل تھا۔"

۲- "فریڈرک ثانی سے ایک صدی پہلے صقلیہ کا جو بادشاہ راجر نامی گزرا ہے اس کا دربار یورپ بھر میں سب سے زیادہ شاندار اور مہذب تھا۔ وہ عربی زبان میں لکھتا پڑھتا تھا۔ اسکے دربار کی خواتین ہی نہیں بلکہ شہر کی عورتیں بھی عربی لباس میں ملبوس ہوتی تھیں ... ... مختصر یہ کہ صقلیہ کی عورتوں تک نے اسلامی تمدّن اختیار کر لیا تھا۔ بارھویں صدی میں بہت سی کتابیں عربی زبان سے لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ اور ازمنہ وسطیٰ میں جس قدر علم ہمارے بزرگوں کو فلسفہ و ہیئت، ریاضیات وطب وغیرہ میں حاصل تھا وہ سب یا تو اُنہی ترجموں سے حاصل کیا گیا تھا، یا ان لوگوں کی وساطت سے حاصل کیا گیا تھا جنہوں نے طلیطلہ (ٹلیڈو) میں عرب اساتذہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم پائی تھی۔"

۳- "تیرھویں صدی میں عیسائی علم دین نے نیا چولا بدلا۔ طامس اقوئ نو نے حسب احکام پوپ فلسفہ ارسطاطالیس کی تعلیم دینی شروع کی۔ تو وہ صرف ارسطاطالیس کا نام ہی جانتا تھا ورنہ اس کا اصل ماخذ ایک یہودی میمون ابن موسیٰ نامی تھا جو ایک مدت تک مصر میں رہا تھا اور اسلامی فلسفہ کا ماہر تھا۔ طامس نے اکثر اوقات صفحے کے صفحے میمون سے نقل کر لئے ہیں۔ وہ عربی فلاسفہ کے نظریات کا خوب واقف تھا ..... یہ عجیب واقعہ ہے کہ طامس اقوئ نو (المتوفی ۱۲۷۴ء) المحقق الطوسی (المتوفی ۱۲۷۴ء) کا ہمعصر تھا۔ جس کی التجرید اس کے پیشرو ماہرین علم کلام کی تصانیف کا خلاصہ ہے۔ اور وہ (التجرید) طامس اقوئ نو کی کتاب سماتھیولوجی سے اس قدر افضل و اعلیٰ ہے جس قدر اُس زمانہ میں مسلمان بلحاظ علم عیسائیوں سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اگر میجر آسبارن ان دونوں کتابوں کا مقابلہ کریں تو یقین ہو جائے گا کہ موجودہ تمدّن اور جدید

خیالات کی بنا دعیسائی مذہب پر نہیں بلکہ ریفارمیشن پر ہے۔ یہ اصلاح شدہ مذہب عیسائیت نہیں ہے کہ جس نے انسانی فہم کو اس کے حقوق دلوائے اور انسان کے دل میں اس کی ذمہ داری کی تحریک پیدا کر کے اخلاقِ کاملہ کی بنیاد قائم کی بلکہ یہ ایک نہایت ہی اعلیٰ اصول ہے جسے قرآن میں بار بار پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ نجم آیت ۴۰ کے الفاظ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی میں اسی اصول کو سمجھایا گیا ہے۔"

علامہ جرجی زیدان جو رسالہ الھلال مصر کے ایڈیٹر ہیں انہوں نے اپنی کتاب "تمدنِ اسلام" میں لکھا ہے کہ:-

"اہلِ فرنگ کے ہاں یہ بات مشہور ہے کہ بارود کا موجد ایک شخص "شوارتز" نام گزرا ہے جس نے سنہ ۱۳۲۰ء میں اس مصالحہ (بارود) کو ایجاد کیا مگر ایک انگریز پادری مسمی "روجر بیکن" نے جو تیرھویں صدی عیسوی میں گزرا ہے، ایک ایسے مرکب مصالحہ کا ذکر کیا ہے جو بارود کی قسم کا تھا۔ اور اس زمانہ میں رائج تھا۔ اور صحیح یہی بیان ہے کہ بارود کے استعمال کرنے میں اہل عرب تمام لوگوں پر سبقت لے گئے ہیں اور اگر انہوں نے اسے ایجاد نہیں کیا تو کم از کم اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اس مادہ کو ایسی حد تک پہنچایا تھا کہ وہ قرونِ وسطیٰ میں اچھی طرح رائج ہو گیا۔ سپین کے نامور مشرقی مؤرخ "کانڈری" (المتوفی سنہ ۱۲۸۰ء) نے بیان کیا ہے کہ مراکش والوں نے سنہ ۱۱۱۸ء میں "سرقوسہ" کے باشندوں سے جنگ کرتے وقت آتشبار اسلحہ کا استعمال کیا تھا۔"

الغرض یہ کہنا کہ مذہب انسانی ترقی میں روک ہے بالکل غلط الزام ہے۔ مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ اہلِ عرب جو وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے، صدیوں تک جنگ و جدل جن کا مشغلہ رہا، جو اخلاقِ فاضلہ سے عاری اور فاسقانہ زندگی کے عادی تھے، وہ اسلامی تعلیم کی وجہ سے نہ صرف مہذب بن گئے بلکہ باخدا انسان ہو گئے۔ ہر قسم کے علوم و فنون میں انہوں نے دُنیا کی راہنمائی کی۔ قرآن مجید صرف ایک واعظانہ رنگ کی کتاب نہیں جس میں چند اخلاقی سبق ہوں۔ بلکہ وہ ایک اکمل اور جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف علم الٰہیات، فلسفہ و اخلاق، سیاسیات اور اقتصادیات و معاشیات کا ہی ذکر ہے بلکہ ایسے علوم کا بھی ذکر ہے جن کو زمانہ نزولِ قرآن کے وقت دُنیا جانتی تک نہ تھی۔ آج دُنیا میں شور ہے کہ سائنسدان چاند تک پہنچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہاں انسانی آبادی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے اسی طرح ان بلند کُرّوں میں بھی ہیں جس طرح اس زمین کے کُرّہ میں ہیں۔ فرمایا:-

۱- یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ (۶۲/۱)

۲- وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ
دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ
اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ (۲۵/۳)
یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں
جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔
.... اور اللہ تعالےٰ
کی ہستی کے دلائل میں سے یہ امر بھی
ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین
کو پیدا کیا اور اس میں جاندار مخلوق
کو پھیلایا اور وہ زمین و آسمان
کے جانداروں کو ایک وقت جب
وہ چاہے گا اکٹھا کرنے پر قادر ہے"
پس جہاں موجودہ علوم نے قرآنی صداقتوں پر
مُہرِ تصدیق ثبت کی ہے اسی طرح ایک دن جب
مشیت الٰہی ہو گی لوگ اِس بات پر بھی قادر ہو
جائیں گے کہ وہ چاند میں پہنچ جائیں اور اسلام
کی صداقت پر مُہر تصدیق ثبت کر دیں۔
وآخر دعونا ان الحمد للہ ربّ
العٰلمین

مکتبہ اسلامیہ

مکتبہ اسلامیہ ربوہ کے ذریعہ آپ عربی ممالک
کے اخبارات، رسائل اور جدید عربی کتب منگوا سکتے
ہیں۔ اِس مکتبہ میں تردید شیعیت میں بھی ٹھوس
کتب موجود ہیں۔ مکمل فہرست صفحہ ۲ پر ملاحظہ
فرمائیں۔
(مینجر)

قرآن مجھ کو دے دے

(حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا کلام)

ایمان مجھ کو دیدے عرفان مجھ کو دیدے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دیدے

دل پاک کر دے میرا دنیا کی چاہتوں سے
سبّوحیت سے حصّہ سبحان مجھ کو دیدے

دل جل رہا ہے میرا فرقت سے تیری ہردم
جامِ وصال اپنا اے جان مجھ کو دیدے

کر دے جو حق و باطل میں امتیازِ کامل
اے میرے پیارے ایسا فرقان مجھ کو دیدے

ہم کو تری رفاقت حاصل رہے ہمیشہ
ایسا نہ ہو کہ دھوکا شیطان مجھ کو دیدے

وہ دل مجھے عطا کر جو ہو نثارِ جاناں
جو ہو فدائے دلبر وہ جان مجھ کو دیدے

دُنیا سے کفر و بدعت کو اسمیں غرق کر دوں
طوفانِ نوحؑ سا اِک طوفان مجھ کو دیدے

جن پر پڑیں فرشتوں کی رشک سے نگاہیں
اے میرے محسن ایسے انسان مجھ کو دیدے

دُھل جائیں دل بدی سے سینے ہوں نُور سے پُر
امراضِ روح کا وہ درمان مجھ کو دیدے

دجّال کی بڑائی کو خاک میں مِلا دُوں
قوّت مجھے عطا کر سُلطان مجھ کو دیدے

ہو جائیں جس سے ڈھیلی سب فلسفہ کی چُولیں
میرے حکیم ایسا بُرہان مجھ کو دیدے

قومی ترقی میں علم اور صحت کی اہمیت

قرآن مجید کی روشنی میں صحت و صفائی کے بنیادی اصول

(از جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر، گجرات)

کسی قوم کی برتری اور عروج علم اور صحت پر موقوف ہے صحت نہ ہو تو علم بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحت ہی سے قوائے روحانی و جسمانی قائم رہتے ہیں۔ اور ان کے مناسب استعمال سے علم و حکمت میں ترقی ہوتی ہے۔ پس صحت کے قیام کے لئے جو لوازم ضروری ہیں ان کا مہیا کرنا لازمی ہے۔ اگرچہ ہر ملک اور ہر قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جن کی صحت اچھی ہوتی ہے لیکن جب تک ساری قوم کی صحت کا انتظام مجموعی طور پر نہ کیا جائے قومی عروج اور تفوق نصیب نہیں ہوتا۔ قومی صحت کی بحالی کا انصرام حکومت وقت کی خاص امداد اور توجہ کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ بڑے بڑے قومی کام جن کا دائرہ وسیع ہو بغیر زر کثیر کے سرانجام نہیں پاتے اور ایسے مصارف حکومت کے خزائن و ذخائر سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔

صحت کے قیام کے لئے خوراک، پوشاک اور رہائش کا بہتر انتظام ہونا چاہیئے۔ ایسی چیزیں استعمال ہونی چاہئیں جن سے قوائے جسمانی کا نشو و نما قدرتی وسعت کے مطابق صحیح طور پر ہو۔ کھانے پینے کی چیزوں کا انتخاب صحیح اور کامل تحقیقات ایسے لوگ ہی کر سکتے ہیں جو اشیاء خوردنی و نوشیدنی کے خواص کے ماہر ہوں۔ ایسے ماہرین کا کمیشن گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہونا چاہیئے۔ جو انتہائی کاوش اور ان تھک جد و جہد سے دریافت کرے کہ کون کون سی چیزیں کھانے پینے کے کام آنی چاہئیں اور کون کون سی اشیاء سے پرہیز لازمی ہے۔ پھر ان چیزوں کے خواص اور فوائد آسان کتابوں میں درج ہونے چاہئیں اور وہ کتابیں سکولوں اور کالجوں کے کورسوں میں شامل ہونی چاہئیں تاکہ آنے والی نسلیں ان سے فائدہ اٹھائیں۔

حکیم سنیکا کا جو قدیم زمانہ میں طبی علوم کا ماہر گزرا ہے قول ہے کہ ہر ایک ملک کے آدمیوں کیلئے وہ اشیاء خوردنی اور نوشیدنی مفید اور صحت بخش ہوتی ہیں جو قدرت خداوندی نے ان کے ارد گرد پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں۔ دوسرے ملکوں کی چیزیں چاہے کتنی ہی لذیذ اور مفرح ہوں ان کے لئے مفید نہیں ہوتیں کیونکہ وہ جس آب و ہوا میں پیدا ہوتی ہیں وہ ان کے مناسب حال نہیں ہوتیں۔ یا بالفاظ دیگر ان اشخاص کے لئے پیدا کی جاتی ہیں جو اس آب و ہوا میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اس اصل کے ماتحت ارد گرد پیدا ہونے والی چیزوں میں سے بہترین اشیاء منتخب ہونی چاہئیں۔ اس سے خوراک پر خرچ بھی کم ہوتا ہے اور ہر طبقہ کے آدمی ان سے مستفید ہو سکتے

ہیں۔

حکیم سینیکا کا یہ بھی قول ہے کہ ہمیشہ ایک ہی کھانا ایک وقت میں کھانا چاہیئے۔ متعدد کھانوں سے ایک وقت میں پیٹ نہیں بھر لینا چاہیئے۔ کیونکہ بیماری ہمیشہ کھانے پینے میں بے اعتدالی اور بد پرہیزی سے پیدا ہوتی ہے۔ مفرد کھانے میں بے اعتدالی سے مفرد بیماری رونما ہوتی ہے جس کا علاج آسان ہوتا ہے، متعدد کھانوں سے مرکب اور پیچیدہ بیماری پیدا ہوتی ہے جس کا علاج مشکل ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک ہی کھانے کی ہدایت کی گئی ہے اور مصالحہ دار شہری کھانوں کو ناقص اور مضر صحت قرار دیا گیا ہے جس سے بالآخر جمود اور کاہلی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا :-

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ
عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا
رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ
الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا
وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا
قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ
اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا
مِصْرًا فَاِنَّ لَکُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ
وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ
وَالْمَسْکَنَةُ ۔ (۲/۵۸)

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم نے کہا اے موسیٰ ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے ہمارے لئے خدا سے التجا کر کہ وہ ہم کو وہ چیزیں کھانے کو دے جو زمین سے اگتی ہیں، یعنی ساگ پات، ککڑی، لہسن، مسور اور پیاز۔ موسیٰ نے کہا اچھی اور مفید چیز کے بجائے ناقص اور مضر صحت چیز مانگتے ہو۔ اگر یہی چیزیں چاہتے ہو تو کسی شہر میں بود و باش اختیار کرو وہاں تم کو یہ چیزیں مل جائینگی۔ (جب انہوں نے شہروں میں ان اشیاء کو استعمال کیا) تو وہ ذلیل ہوئے اور ان کی ترقی رک گئی۔"

قدرت نے جو کھانے پینے کی چیزیں ہمارے ارد گرد رکھی ہیں اگر ہم ان کو استعمال نہ کریں یا ان میں تغیرات پیدا کر کے کام میں لائیں اور ان کی قدرتی طاقت کو زائل کر دیں تو طرح طرح کی امراض کی صورت میں ہم کو سزا ملتی ہے۔ ہماری نسلیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ طاقت اور توانائی جو موجب ترقی و عروج ہوتی ہے مفقود ہو جاتی ہے اور دوسری ترقی یافتہ قوموں کے ماتحت رہ کر ذلت نصیب ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ از منہ گزشتہ کی نسلوں کی نسبت ہماری موجودہ نسلیں کمزور ہیں اور کمزور ہو رہی ہیں۔ اس بات کا ثبوت کہ واقعی ہماری نسلیں دن بدن کمزور ہو رہی ہیں یہ ہے کہ پہلے پہل جب انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت سنبھالی تو اس وقت کے فوجی نوجوانوں کے ناپ تول کا ریکارڈ ملٹری ڈیپارٹمنٹ میں موجود ہے اور موجودہ زمانہ کا ریکارڈ بھی موجود ہے زمانہ حال کے نوجوانوں کا ناپ تول اور قد و قامت بہت کم ہو گیا ہے۔ بڑی عمر کے آدمی جنہوں نے زمانہ ماضی کے نوجوانوں کو دیکھا ہے زمانہ حال کے نوجوانوں کی حالت کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ تھوڑے ہی زمانہ میں جوانوں کے تن و توش میں کس قدر فرق پڑ گیا ہے۔ اگر حیوانات کو دیکھا جائے جن پر مدت ہائے دراز سے

انسانوں نے تصرف جاری رکھا ہے اور زمانۂ ماضی کے اپنی حیوانات سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو تن و توش کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔ گائے، بھینس اور گھوڑے پہلی حالت پر قائم ہیں، ان کے وزن اور قد و قامت ویسے ہی چلے آتے ہیں۔ کیونکہ ان کی خوراک میں جو قدرتی حالت میں ہوتی ہے کوئی تغیر نہیں کیا گیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ انسان کی نسبت کم بیمار ہوتے ہیں۔ اگرچہ کبھی مویشیوں میں بھی وبا پھیل جاتی ہے مگر اس کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا باعث انسانی غفلت اور بے التفاتی ہوتی ہے۔ اگر وہ قدرتی حالت میں رکھے جائیں اور بیماریوں کے جراثیم جو انسانی آبادی کی گنجانی اور غلاظت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں ان میں پھیلنے نہ دیئے جائیں تو وہ وبائی امراض سے بچے رہیں۔ غلّہ اور دیگر خوردنی اشیاء میں کوئی فرق بلحاظ کمیت اور کیفیت کے پیدا نہیں ہوا کیونکہ زمین اور اس کی آب و ہوا، سورج، چاند اور ستارگان جو ان کے نشو و نما کے موجب ہیں بدستور اپنی قدرتی حالت پر موجود ہیں۔ مگر ہم غلّہ اور دیگر قدرتی خوردنی اشیاء میں مصالح جو انسانی جگر اور اعضاء رئیسہ کے لئے سخت مضر ہیں ملا کر استعمال میں لاتے ہیں اور ان کے قدرتی جوہر کو جو صحت بدن کے لئے مفید ہوتا ہے تلف کر دیتے ہیں۔ شہروں کے باشندے مصالحہ دار غذائیں کھاتے ہیں اور نہایت کمزور و ناتوان ہوتے ہیں۔ دیہات کے لوگ ایسی غذاؤں کو استعمال نہیں کرتے اور وہ تندرست و توانا ہوتے ہیں۔ پس ایسی غذائیں جو بیماری پیدا کرنے والی ہوں ترک کر دینی چاہئیں۔

لباس کا بھی صحت بدن کے ساتھ بہت کچھ تعلق ہے انسانی جسم میں جو مسام ہیں اگر ان کو دبیز اور تنگ لباس سے بند رکھا جائے تو اندرونِ بدن کے موادِ ردیہ خارج نہیں ہوتے۔ اگر خارج ہوتے ہیں تو بہت کم۔ اور ان کی عفونت بدن میں پھیل جاتی ہے جو قویٰ کے نشو و نما میں رکاوٹ پیدا کر دیتی ہے۔ پچھلے زمانہ کے لوگ موسمِ سرما میں ہلکے اور مختصر کپڑے پہنتے تھے اور سردی کی شدت ان پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی کیونکہ عادتاً اسکی برداشت کی قوت ان میں ہوتی تھی۔ جو لوگ کپڑوں سے لدے رہتے ہیں اُن پر سردی کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کے اندرونی قویٰ اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور اُن کے مسام موادِ ردیہ کو خارج نہیں کر سکتے۔ پس ضروری ہے کہ لباس ڈاکٹری مشورہ کے مطابق تیار ہوں خصوصاً سکولوں اور کالجوں کے طلباء اور طالبات کی خاص قسم کی وردیاں ہونی چاہئیں جو تو اعدِ نافذہ کے مطابق ان کو سکول اور کالج ٹائم میں پہننی لازمی ہوں۔ اس سے مختلف حیثیتوں کے طلباء اور طالبات میں یکسانی ہوگی اور ایک دوسرے کو بنظرِ حقارت دیکھنے کا موقع نہیں پائیں گے اور کبر و نخوت اُن کی جبلت میں داخل نہیں ہوگی۔ اور انّما المؤمنون اخوۃ (مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں) کا عملی درس سبق سیکھیں گے۔ اور ان بیماریوں سے محفوظ رہیں گے جو ناموزوں لباس کی وجہ سے نمودار ہوتی ہیں۔ نیز کپڑوں کا پاک و صاف رکھنا بھی صحتِ جسمانی کے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ میلے کپڑوں سے مضرِ صحت بُو اور عفونت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں مہلک جراثیم نمودار ہو جاتے ہیں جو مضرِ صحت ہوتے ہیں۔

قیامِ صحت میں مکان کا بھی تعلق ہوتا ہے۔ مکانات صاف ستھرے اور ہوادار ہوں تو انسان ایسی امراض سے محفوظ رہتا ہے جو تنگ و تاریک مکانات میں متعفن ہوا کے باعث ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اگر سُستی اور کاہلی کی عادت نہ ڈالی جائے اور ہر روز بلاناغہ جاروب کشی کی جائے

اور کوڑے کرکٹ کو آبادی سے باہر پھینک دیا جائے تو مکان صاف رہیں گے اور بیماری کے جراثیم پیدا نہیں ہوں گے۔ دیہات میں آبادی کے قریب کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کھاد کے لئے لگائے جاتے ہیں جن کی عفونت انسانوں اور حیوانوں کے نتھنوں اور منہ کے ذریعہ سے اندر چلی جاتی ہے اور اس کا زہرناک اثر اندر ہی اندر ہوتا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

دیہات میں عموماً مکانات کچے ہوتے ہیں جن کی لپائی اور مرمت کے لئے مٹی کی ضرورت ہوتی ہے جو آبادی کے قریب شاملات جگہ سے کھود کر لی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں کھودی ہوئی جگہ میں جوہڑ بن جاتا ہے۔ بارش اور سیلاب کے پانی سے وہ جوہڑ بھر جاتا ہے۔ اس میں کتے، بھینسیں اور دیگر جانور غوطے لگاتے رہتے ہیں قریب کے گھروں کا گندہ پانی اور کوڑا کرکٹ بھی اس میں پڑتا رہتا ہے۔ اس میں مچھر اور گندے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کی زہرناک عفونت سے وبائی امراض عارض ہو جاتے ہیں۔ جو نہ صرف انسانوں کو بلکہ مویشیوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

جیسا کہ یہ ضروری ہے کہ غذا مضر صحت نہ ہو یہ بھی ضروری ہے کہ کھانے پینے میں احتیاط سے کام لیا جائے اور اعتدال سے بڑھ کر شکم پُری نہ کی جائے اور سعدیؒ کے اس حکیمانہ قول پر کہ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

اور اس فرمودۂ خداوندی پر کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ پ۸ (کھانے پینے میں حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرو) پورے طور پر عمل کیا جائے۔

بیماری خدا کی طرف سے نہیں آتی۔ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگر ہم قدرتِ خداوندی کے اصولوں پر کاربند رہیں اور بے احتیاطی اور غفلت سے اعضاء و جوارح کو جو زندگی کو تا ساتی گزارنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں معرضِ خطر میں نہ ڈالیں تو تندرستی کی حالت میں اپنی اجل مسمیٰ (میعاد مقررہ) تک پہنچ سکتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے قیام حیات کے لئے ہوا، روشنی، پانی اور بے شمار اشیاء خوردنی و نوشیدنی پیدا کی ہیں اور ہمارے اندرونی اعضاء، قویٰ اور طبیعتِ مدبّرہ کے ذریعہ سے مواد فاسدہ جو باعثِ مرض ہوتے ہیں باہر نکلتے رہتے ہیں اور اس طرح خدا تعالیٰ امراض و اسقام سے شفا بخشتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا قول بیان فرماتا ہے۔ فَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۱۹/۲۶ (جب میں اپنی غلطی کی وجہ سے بیمار ہوتا ہوں تو وہ خدا مجھے شفا بخشتا ہے۔ نیز دیکھو آیات ذیل :-

(الف) لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ
اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا
بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (۱۳/۱۲)
انسان کے آگے اور پیچھے (ملائکہ)
محافظ تعینات ہیں جو خدا کے حکم سے اسکی
حفاظت کرتے ہیں۔ خدا نے جو نعمتیں کسی
قوم کو دی ہیں ان میں تغیر پیدا نہیں کرتا
جب تک کہ وہ اپنے نفسوں میں تغیر نہ
پیدا کریں۔"

(ب) اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶/۲)
ہر ایک نفس کے اوپر ایک محافظ تعینات ہے۔"

قرآن مجید میں کہیں درج نہیں ہے کہ بیماری خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور انسانی بے اعتدالی اور بدعملی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ برخلاف اس کے

فرمودۂ خداوندی ہے :-

(الف) مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۔ (۴/۱۳)

(اے مخاطب) جو سُکھ تجھ کو پہنچا ہو سمجھ کہ وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور جو دُکھ تجھے پہنچتا ہے وہ تیرے نفس کے قصور اور کوتاہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔"

(ب) مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ۔ (۴۲/۲۹)

اے بندو! جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔"

اس خیال پر کہ سارا مال و متاع خدا کی راہ میں دیدینے سے ثواب اور نجات اُخروی حاصل ہوگی اپنا سارا اندوختہ خدا کی خوشنودی کے لئے خرچ کر دینا اور بچوں کے لئے کچھ نہ چھوڑنا اور ان کو ناداری اور افلاس کی وجہ سے عوارض جسمانی کی آماجگاہ بنانا قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔ دیکھو فرمودۂ الٰہی :-

(الف) وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (۲/۱۹)

خدا کے راستہ میں خرچ کرو۔ مگر نہ اس طرح کہ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالدو۔"

(ب) يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ۔ (۲/۲۷)

اے پیغمبر! تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہدے کہ والدین اور بال بچے کے خرچ سے جو کچھ باقی بچے وہ خرچ کرو۔"

اپنی طاقتوں کو جو قسامِ ازل نے ودیعت کی ہیں صحیح طور پر احتیاط اور اعتدال سے کام میں لانا خدا کی شکرگزاری ہے۔ جس سے قویٰ میں ترقی ہوتی ہے اور بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (۱۴/۲) کہ اگر تم میری نعمتوں اور دی ہوئی طاقتوں کی قدر کروگے اور ان سے بجا طور پر کام لوگے تو میں اُن میں ضرور اضافہ کرونگا۔

بدن کپڑوں اور مکان کو پاک و صاف رکھنا صحت جسمانی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اگر باقاعدہ مسواک اور غسل نہ کیا جائے کپڑوں کو مَیل کچیل سے پاک نہ رکھا جائے تو جسم کے مسام بند ہوجاتے ہیں بدبو سے مضر جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں اور بیماریاں عارض ہوجاتی ہیں۔ اگر مکان میں جاروب کشی نہ کی جائے اس کی نالیوں اور بدرروؤں کو صاف نہ رکھا جائے تو مچھر اور دیگر حشرات الارض نمودار ہوجاتے ہیں جو طرح طرح کی بیماریوں کے باعث ہوتے ہیں۔ دیکھو ارشادِ خداوندی :-

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (۷۴/۵-۶)

اپنے کپڑوں کو صاف رکھو اور مَیل کچیل اور غلاظت و نجاست سے بچو۔"

کھانے کے متعلق یہ ارشادِ ربانی ہے کہ پاکیزہ اور صحت آور چیزیں کھانی چاہئیں اور گندی اور سڑی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ ترنجبین اور بٹیر کو پاکیزہ قرار دیا گیا ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ طیور کا گوشت۔ قدرتی پھل اور زمین سے اُگی ہوئی چیزیں جن میں تغیر نہ کیا گیا ہو صحت کے لئے مفید ہیں۔ دیکھو آیاتِ ذیل :-

(الف) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا

مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۔ (۲/۱۷۱)
اے ایمان لانے والو! جو کچھ ہم نے
تم کو کھانے کو دیا ہے اس میں سے وہ
چیزیں کھاؤ جو پاکیزہ ہوں۔"

(ب) وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ
السَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ
مَا رَزَقْنٰكُمْ ۔ (۷/۱۶۰)
اور ہم نے ان پر ترنجبین اور بٹیر
اتارے اور کہا کہ یہ پاکیزہ ہیں ان کو
کھاؤ۔"

(ج) يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ
عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ۔ (۷/۱۵۶)
یہ نبی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)
ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے
اور ناپاک اشیاء کو ان پر حرام قرار
دیتا ہے۔"

جمعہ کے دن جامع مسجد یا عید کے دن عید گاہ میں اجتماع کثیر ہوتا ہے ۔ حج کعبہ میں تمام دنیا کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں ۔ ایسے اجتماعوں میں جو لوگ جمع ہوں اگر وہ بدن اور لباس کو صاف کر کے نہ جائیں تو ہوا میں مضر صحت عفونت پھیل جاتی ہے اور وبائی امراض پیدا ہو جاتے ہیں ۔ اسلئے قرآن مجید کا ارشاد ہے :۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ
اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۷/۲۹)
کہ اے آدم زادو! ہر مسجد میں آراستہ
و پیراستہ اور صاف ہو کر جاؤ ۔ اور
کھاؤ پیو مگر حدِ اعتدال سے نہ بڑھو۔"

جو لوگ ریاضات اور عبادات میں ارشادِ خداوندی کو ملحوظ نہیں رکھتے ۔ اور قویٰ جسمانی اور حواس اندرونی و بیرونی کا حق ادا نہیں کرتے اور حدِ اعتدال کو مدِ نظر نہیں رکھتے اور ساری کی ساری رات عبادت اور ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور نیند اور آرام کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں وہ بالآخر امراض و آلام میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ خداوند علیم و خبیر کا صاف ارشاد ہے
اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۴/۱۰۴) کہ ایمان والوں پر نماز کے لئے وقت مقررہ کی نماز فرض ہے ۔ اوقاتِ نماز کے بعد کاروبارِ معیشت میں مشغول ہونا چاہیئے اور اپنی اور اپنے بال بچوں کی روزی کا سامان مہیا کرنا چاہیئے ۔ دن معاش کے لئے اور رات آرام کے لئے بنائی گئی ہے ۔ دیکھو آیات ذیل :۔

(الف) وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَّ
جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا
النَّهَارَ مَعَاشًا ۔ (۷۸/۷)
ہم نے تمہاری نیند کو موجبِ آرام
دن کو برائے کسبِ معاش اور رات
کو لباس بنایا ہے۔

(ب) اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ
اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ
نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ
مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ
تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا
مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ
اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ
اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ
يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ

اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ (۲۹/۲۰)

اے پیغمبر! تیرا رب جانتا ہے۔ کہ
تو رات کی دو تہائی اور نصف اور تہائی
کے قریب معہ اپنے ساتھیوں کے نماز
میں کھڑا رہتا ہے۔ خدا رات اور دن
کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔ وہ جانتا
ہے کہ تم اتنی سخت ریاضت کو نباہ نہیں
سکو گے۔ پس اس نے تم پر رحم کیا۔ اتنا
قرآن پڑھا کرو جتنا آسانی سے پڑھ سکو۔
خدا جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار
ہوں گے۔ کچھ مسافر ہوں گے جو کاروبار
تجارت کے لئے آئے ہوں گے۔ کچھ
ایسے ہوں گے جو خدا کے راستہ میں
لڑائی کرتے ہوں گے۔ پس اتنا ہی
قرآن پڑھو جتنا آسانی سے پڑھ سکو۔"

اگر خداداد طاقتوں سے کام نہ لیا جائے، انکو معطل چھوڑ دیا جائے، کوئی ایسا شغل اختیار نہ کیا جائے جو جسمانی ورزش کا متقاضی ہو تو وہ طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ صحت میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے اور زندگی وبال جان بن جاتی ہے۔ ساہوکار اور سُود کا بیوپار کرنے والے روپیہ قرضہ پر لگا کر گھر بیٹھے رہتے ہیں، بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں، اولاد پیدا ہوتی ہی نہیں۔ اگر ہو تو بہت کم اور کمزور ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کی نسل دن بدن گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اور چونکہ ان کے جسمانی قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں اور سپاہ گری کے کام کے نہیں رہتے۔ اسلئے ان کو سلطنت نصیب نہیں ہوتی۔

کسی قوم کے حکمران ہونے کے لئے تندرست اور دانشمند ہونا ضروری ہوتا ہے۔ آیاتِ ذیل اس کا بیّن ثبوت ہیں:۔

(الف) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰہَ
قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا
قَالُوْا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ
عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ
مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ
الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰىهُ
عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى
الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ (۲/۲۴۸)

ان کے نبی نے ان کو کہا کہ خدا تعالےٰ
نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔
انہوں نے کہا وہ کس طرح ہمارا بادشاہ
بن سکتا ہے۔ اس سے تو زیادہ بادشاہی
کے مستحق ہم ہیں۔ اس کے پاس وافر
دولت و مال نہیں ہے۔ نبی نے کہا خدا
نے اس کو اس لئے منتخب کیا ہے کہ
اس کو علم اور جسمانی طاقت بہت دی گئی
ہے۔"

(ب) يَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى
الصَّدَقٰتِ۔ (۲/۲۷۷)

خدا سُود کو گھٹاتا ہے اور صدقات
کو بڑھاتا ہے۔"

تشریح۔ غور کا مقام ہے کہ سُود تو بڑھتا رہتا ہے اور بڑھنے کے لئے ہی روپیہ سُود پر دیا جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سُود کو گھٹاتا ہوں اس کا مطلب یہی ہے کہ اگرچہ سُود خواروں کا مال بڑھتا ہے مگر بالآخر قویٰ کے کمزور ہو جانے اور نسل کے زوال سے ان کی سیاسی ترقی رُک

جاتی ہے اور وہ دوسری قوموں کی جو مال و دولت کو قوم کے ناداروں اور ناتوانوں پر خرچ کر کے ان کو قوم کا مفید وجود بناتے ہیں ماتحتی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

(ج) اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۔ (۲۱/۱۰۵)

زمین کے وارث میرے وہی بندے ہوتے ہیں جن کے جسمانی اور روحانی قویٰ صحیح و سالم ہوں اور ان قویٰ کو اعتدال سے ملک اور قوم کی بہتری کے لئے خرچ کرتے ہوں۔ ان کے وجود سے دنیا کی اصلاح ہوتی ہے اور فتنہ و فساد مٹ جاتا ہے۔

تشریح۔ حضرت زکریاؑ نے دعا مانگی کہ اے خداوند میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میری عورت بانجھ ہے اور بچہ جننے کے قابل نہیں ہے تو اس کا نقص جسمانی رفع کر۔ اس کو بچہ جننے کے قابل بنا اور مجھے کوئی ایسا پسر عطا کر جو میری روحانیت اور علم و حکمت کا وارث ہو۔ (۱۹/۵-۳)

خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور کہا۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ (۲۱/۹۰) کہ ہم نے اس کو یحییٰ جیسا پسر عطا کیا اور اس کی عورت کا جسمانی نقص دور کر کے اس کو تندرست کر دیا۔ اس آیۂ کریمہ میں اصلاح کے معنے تندرست کرنے کے ہیں۔

جب کوئی منکوحہ عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو میاں بیوی بدرگاہ ایزدی یہ دعا مانگتے ہیں۔ کہ خدایا ہم کو صحیح و سالم اور تندرست بچہ عطا کر۔ فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ۔ (۷/۱۸۹) جب ان کو خدا صحیح و سالم اور تندرست بچہ عطا کرتا ہے تو دونوں میاں بیوی خدا کے شریک بنانے لگتے ہیں۔" یہاں صالح کے معنے صحیح و سالم اور تندرست ہی ہیں۔

پس آیۂ کریمہ ضمن (ج) مندرجہ بالا میں صالحون کے جو معنے تندرست اور صحیح و سالم کئے گئے ہیں وہ قرآن مجید کی رو سے درست ہیں۔

تبصرہ

"آزاد نوجوان" کا "سلطان القلم نمبر"

مدراس (جنوبی ہندوستان) سے "آزاد نوجوان" ایک زندہ دل اور پیکر ایثار و عمل دوست محترم محمد کریم اللہ صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ مخالفین اسلام و احمدیت کیلئے یہ اخبار کھلا پیغام حق ہے۔ دلیل و برہان کی قوت سے ہر مخالف پر اتمام حجت کرنے والا ہے۔ آخر دسمبر ۵۵ء میں اس اخبار کا ایک خاص نمبر "سلطان القلم نمبر" شائع ہوا ہے جو ہر لحاظ سے دیدہ زیب ہے۔ مضامین کی پختگی اور ثقاہت کے ساتھ ساتھ کتابت و طباعت بھی نہایت عمدہ ہے۔ اس نمبر میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام کے فوٹوز کے علاوہ اور بھی

متعدد تصاویر

شائع ہوئی ہیں۔ یہ نمبر اپنی خوبیوں کی وجہ سے ایک جامع نمبر ہے۔

پتہ:- "آزاد نوجوان" مدراس ۱۲ (بھارت)

گورو گرنتھ صاحب کا تعارف

(از جناب عباد اللہ صاحب گیانی)

(۲)

کونسا گرنتھ گورو ہے؟

سکھ کتب کے حوالجات سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو گرنتھ کو گورو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنے بعد گرنتھ صاحب کو گورو مقرر نہیں کیا تھا اور نہ گورو صاحب ایسا کرنے کے مجاز تھے۔ کیونکہ گرنتھ شروع سے ہی گورو ہے اسلئے اسے نئی گور گدی دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیساکہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے:-

"بانی گورو تو شروع سے ہے ....
.... گوربانی سے الگ اور کوئی بڑ نہیں اس طرح کوئی نئی گور گدی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنا جانشین خالصہ پنتھ کو مقرر کیا ہے۔" (ترجمہ از خالصہ پارلیمنٹ گزٹ اپریل ۱۹۵۵ء)

لیکن اس کے برعکس سکھوں میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گورو صاحب موصوف نے اپنے بعد گرنتھ صاحب کو گورو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ گیانی گیان سنگھ جی نے بیان کیا ہے:-

"گورو گوبند سنگھ نے گرنتھ صاحب کا پرکاش کرکے پانچ پیسے اور ایک ناریل اس کے آگے رکھ کر چار بار طواف کیا اور سجدہ کرکے خالصہ جی کو فرمایا کہ آج سے دھرم ارتھ کام موکھ دینے والا سرب شکتیمان گرنتھ صاحب تمہارا ست گورو ہے۔"
(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۱۹۱)

سکھ ودوانوں میں اس سلسلہ میں ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے بعد گوریائی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یعنی گورو گرنتھ صاحب کو سکھوں کا "علمی گورو" اور خالصہ پنتھ کو "عملی گورو" قرار دیا تھا۔ جیسا کہ گیانی شیر سنگھ بیان کرتے ہیں کہ:-

"آخر وفات کے وقت گورو صاحب نے خود گورو گرنتھ صاحب اور پنتھ کو گوریائی دی۔ گویا علمی گورو۔ گورو گرنتھ صاحب یا گوربانی جس کے مطابق خالصہ پنتھ عمل کرے۔ اس لئے عملی گورو خالصہ پنتھ۔"
(ترجمہ از گورو گرنتھ کے پنتھ صفحہ ۷۶)

گیانی لال سنگھ نے لکھا ہے:-

"گورو گوبند سنگھ نے اپنے بعد گوریائی کا سلسلہ بند کر دیا اور خالصہ پارلیمنٹ قائم کر دی۔ گورگدی کی دونوں ڈیوٹیاں بوہارک (دنیاوی) اور پرمارتھک (دینی) تقسیم کر دیں۔ دنیاوی گدی گورو خالصہ کو اور دینی گدی گرنتھ صاحب کو دی۔" (ترجمہ از خالصہ پارلیمنٹ صفحہ ۷)

گورو گرنتھ صاحب کو ہی گورو یائی ملنے کا عقیدہ رکھنے والوں میں اس بات میں بھی شدید اختلاف ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے کس گرنتھ کو گورو یائی دی تھی کیونکہ گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ میں بھی اور ان کے بعد بھی گورو گرنتھ صاحب کے متعدد نسخے موجود ہیں جو بانی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ ان میں سے گورو صاحب نے کسی ایک کو ہی گورو مقرر کیا ہوگا۔ مگر سکھ ودوان اس بات کا فیصلہ کبھی پختہ تاریخی ثبوت سے کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ تاریخ اس معاملہ میں بالکل خاموش ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ میں سکھ ودوانوں کی مختلف رائیں ہیں۔

(۱) دمدمی بیڑ کو گورو یائی

گورو گرنتھ صاحب کو گورو گوبند سنگھ جی سے گورو یائی ملنے کے قائلین میں اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے بعد دمدمی بیڑ کو گورو یائی دی تھی۔ چنانچہ مرقوم ہے:-

"گورو گوبند سنگھ جی نے دمدمہ والی بیڑ کو ہی گورو مقرر کیا ہے"

(ترجمہ از خالصہ سماچار جلد ۹ ۳ ص۲)

ایک اور صاحب نے لکھا ہے:-

"گورو یائی صرف دمدمی بیڑ کو ہی حاصل ہے جسے گورو گوبند سنگھ جی نے ہر طرح سے مکمل کرکے گورو یائی کی گدی دی۔ اس کی نقول نیچہ میں رائج ہوئیں اور اسی کی طباعت ہو رہی ہے" (ترجمہ از بیڑاں دے بھید ص۳)

سردار رن سنگھ جی اکالی تحریر فرماتے ہیں:-

"گورو یائی اسی بیڑ گورو گرنتھ صاحب کو حاصل ہے جسے گورو گوبند سنگھ جی نے سمت ۱۷۶۳ بکرمی میں دمدمہ صاحب میں مکمل کیا تھا جو کہ دمدمہ والی بیڑ کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے قبل کی بیڑوں کو گورو یائی نہیں دی گئی"

(ترجمہ از دسم گرنتھ نرنے ص۳)

اس دمدمی بیڑ کے اصل نسخہ کے بارہ میں گیانی گیان سنگھ نے بیان کیا ہے کہ:-

"وہ گرنتھ جو گورو گوبند سنگھ کا مرتب کردہ خالصہ کے دل میں رہا کرتا تھا جب بڑا گھلوگھارا (کشت و خون) ہوا تب احمد شاہ درانی لے گیا۔ اب وہ کابل میں بڑی دھرم سالہ میں ہے۔ پورنماشی کے دن درشن کرائے جاتے ہیں"

(ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ ص۲۰۰)

لیکن اس کے برعکس سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ تحریر فرماتے ہیں:-

"کئی مصنفین نے لکھا ہے کہ اصل کاپی کابل میں ہے مگر ہم نے گورومت کی معرفت تحقیقات کرائی ہے۔ کابل میں یہ نسخہ نہیں ہے"

(ترجمہ از مہان کوش ص۱۲)

سردار گیانی سنگھ جی نے گورو گرنتھ صاحب کا ایک قلمی نسخہ ڈھاکہ کی سنگت میں دیکھا تھا جو سمت ۱۷۳۲ بکرمی کی نوشتہ تھا اور موجودہ مروجہ مطبوعہ گرنتھ سے بہت مختلف تھا۔ اس کے بارہ میں انہوں نے اپنی تحقیق کے نتیجہ میں یہ لکھا تھا:-

"میں اسے سب سے پہلا گرنتھ تسلیم کرتا ہوں جس میں گورو تیغ بہادر کا کلام درج ہے۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ یہ مکمل گرنتھ صاحب

ہے اور پھر اسے ہی دمدمہ والی بیڑ کے مشہور
نام سے موسوم کرتا ہوں"
(ترجمہ از پراچین بیڑاں صـ۲۱)

اس دمدمی بیڑ کے بارہ میں سکھوں میں ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ اس میں گورو گوبند سنگھ جی نے کچھ ردوبدل بھی کئے ہیں۔ چنانچہ ان کے خیال کے مطابق پہلے گرنتھوں میں ایک مقام پر "خلاصے" لفظ تھا جسے گورو گوبند سنگھ نے "خالصہ" لفظ میں تبدیل کر دیا (ملاحظہ ہو کلغیدھر چمتکار صـ۱۶۰ و ناواں تے تھاواں دا کوش صـ۱۱) مگر سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ بیان کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی کی طرف اس تبدیلی کو منسوب کرنا سخت غلطی ہے (ملاحظہ ہو مہان کوش صـ۱۳) نیز موجودہ مطبوعہ گورو گرنتھ صاحب کو لوگ عام طور پر دمدمی بیڑ خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرا کوئی گرنتھ طبع نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے پاس ایک مطبوعہ گورو گرنتھ صاحب جو موجودہ گرنتھ سے بہت مختلف ہے۔ نیز ایک سکھ ودوان نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ:۔

"بھائی ہرنام سنگھ حکیم چوک بابا صاحب
کے گھر ایک بھائی بنوں کی مطبوعہ بیڑ کے
درشن بھی ہوئے ہیں" (ترجمہ از گرنتھ صاحب
مترجم صـ۱۳ دیباچہ)

موجودہ گرنتھ کو اسلئے طبع نہیں کرایا گیا کہ سکھ اسے گورو تسلیم کرتے تھے بلکہ پنڈت تارا سنگھ جی گیانی لکھتے ہیں کہ جب گرنتھ صاحب کی طباعت کا سوال سب سے پہلے سکھوں کے سامنے آیا تو سکھ ودوانوں نے کافی غور و خوض کے بعد مختلف پرچیوں پر مختلف نسخوں کے نام لکھ کر دربار صاحب امرتسر کے تالاب میں ڈال دیں کہ جو پرچی سب سے پہلے اوپر آئیگی اس بیڑ کو طبع کر دیا جائے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے جو پرچی اوپر آئی اس میں دمدمہ والی بیڑ کا نام مرقوم تھا (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ صاحب مترجم دیباچہ صـ۱۳) ظاہر ہے کہ اگر سکھ اس وقت صرف دمدمہ والی بیڑ کو ہی گورو تسلیم کر رہے ہوتے تو انہیں اس کام پرچیاں ڈال کر فیصلہ لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ گیانی لال سنگھ جی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"گورو صاحبان کے حکم یا اجازت کو
سمجھنے کے لئے پرچیاں لکھ کر گورو کے حضور
پیش کرنا غلط طریق ہے"
(ترجمہ از سکھ قانون صـ۵۲)

اکثر سکھ ودوان تو موجودہ گرنتھ کو جو عام طور پر طبع کیا جاتا ہے دمدمی بیڑ اور اصل بیڑ تسلیم کرتے ہیں۔ مگر موجودہ زمانہ میں ایسے سکھ ودوان بھی ملتے ہیں جنکے خیال کے مطابق موجودہ مطبوعہ گرنتھ جعلی اور فرضی ہے جسے پرتھی چند نے رائج کیا تھا (ملاحظہ ہو سنگورو بنان ہور کچی ہے بانی)

(۲) حضوری بیڑ کو گوردیائی

سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک گورو گوبند سنگھ جی نے دمدمی بیڑ کو نہیں بلکہ حضوری بیڑ کو اپنے بعد گوردیائی دی تھی۔ چنانچہ سردار ہوشیار سنگھ جی جاگیردار نے لکھا ہے کہ:۔

"نوویں گورو صاحب کے شبد شلوک
وغیرہ تو گرنتھ صاحب میں گورو گوبند سنگھ
نے اپنے اس کے زمانہ میں درج کروا دیئے
تھے مگر اپنی بانی درج نہیں کی تھی سو اب
مناسب موقع خیال کر کے تمام کلام اکٹھا
کیا اور بھائی منی سنگھ کی قلم سے ایک گورو
گرنتھ صاحب تیار کروایا اسی کو حضور صاحب
(دکن) میں اپنی وفات کے وقت گوردیائی دی"
(ترجمہ از اتہاس سکھ گورو صاحبان صـــ)

اس کے علاوہ گیانی لال سنگھ جی نے بھی یہی کچھ بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو تواریخ گورو خالصہ پنتھ ص۹)

بابو تیجا سنگھ جی سیکرٹری پنچ خالصہ دیوان بھسوڑ بیان کرتے ہیں:۔

"آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ سمت ۱۷۶۳ بکرمی حضوری بیڑ کے مرتب کروانے کا زمانہ ہے کیونکہ دھیرمل کے صاف جواب دینے پر حضوری بیڑ مرتب کی گئی۔ اور حضور نے اپنا کلام بھی اس میں داخل کیا جو تمام تمام "منداوقی" کے اندر ہے۔"

(ترجمہ از راگ مالا کھنڈن ص۳)

یاد رہے کہ سردار ہوشیار سنگھ، گیانی لال سنگھ اور بابو تیجا سنگھ جی کے نزدیک دسم گرنتھ میں درج شدہ تمام کلام گورو گوبند سنگھ جی کا نہیں ہے بلکہ اس کا بیشتر حصہ دوسرے لوگوں کے کلام پر مشتمل ہے۔ چنانچہ خالصہ رہت پرکاش میں اس سلسلہ میں یہ مرقوم ہے:۔

"جاپ اور اکال استت (اسمیں سے بھی ص۲۱ سے ص۲۳ تک) اور ۲۷۲ کی گرنتھ چھوڑ کر اور سری مکھ واکوں کے بغیر (جو کہیں کہیں الگ الگ بانیوں میں ہیں) باقی جو "چنڈی چرتر" اور "چوبیس اوتاروں" وغیرہ کی کہانیاں ہیں وہ صرف ہندو مذہب کا آئینہ ہیں۔ گورو گوبند سنگھ کا منشا تو ان گرنتھوں کے تراجم کروانے سے یہ تھا کہ خالصہ ان کتب کو پڑھ کر ہندو مذہب کی اصلیت معلوم کر سکے مگر ہمارے بھولے بھائی ایسے بھولے کہ ان بانیوں کے معتقد ہی بن گئے۔"

(ترجمہ از خالصہ رہت پرکاش ص۱۵)

ایک اور سکھ ودوان ماسٹر نرنجن سنگھ جی نے حال ہی میں لکھا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے سمت ۱۷۶۱ بکرمی میں حضور صاحب میں حضوری بیڑ کو گورئیائی دی تھی ... گورو گوبند سنگھ جی کے اس فیصلہ کے مطابق حضوری بیڑ کو جو پوزیشن حاصل ہے وہ کسی اور گورو گرنتھ صاحب کو نہیں ہے (خالصہ پارلیمنٹ گزٹ اگست ۱۹۵۵ء)

ان مندرجہ بالا حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے حضوری بیڑ کو گورو مقرر کیا تھا اور اسمیں انہوں نے اپنا کلام بھی شامل کیا تھا۔ موجودہ مروجہ گورو گرنتھ صاحب گورو نہیں ہے۔ جو لوگ اس گرنتھ کو گورو تسلیم کر رہے ہیں وہ غلطی خوردہ ہیں۔ یاد رہے کہ موجودہ مروجہ گورو گرنتھ صاحب گورو گوبند سنگھ جی کا صرف ایک دوہا ہے باقی کوئی کلام درج نہیں ہے۔

(۳) دسم گرنتھ اور آدگرنتھ دونوں ملکر گورو ہیں

سکھوں میں گرنتھ صاحب کی گورئیائی کے بارہ میں تیسرا خیال یہ ہے کہ دسم گرنتھ اور آدگرنتھ دونوں مل کر گورو ہیں۔ نہ اکیلا آدگرنتھ گورو ہے اور نہ دسم گرنتھ ہی گورو کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بندھن توڑ سنگھ جی ننگ بیان کرتے ہیں:۔

"نہ پورن گورو کا جسم آدگرنتھ ہے اور نہ دسم گرنتھ۔ اگر آد اور انت گرنتھ ایک ہو جائیں وہ اوتار ہمارا گورو ہے۔" (ترجمہ اشتہار شائع کردہ بندھن توڑ سنگھ ننگ)

یاد رہے کہ دسم گرنتھ بھی سکھ ودوانوں میں بحث کا خاص مضمون ہے بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ اسے گورو گوبند سنگھ جی نے خود مرتب کروایا تھا (ملاحظہ ہو دسم گورو گرنتھ گرپرکاش گرنتھ ص۴۸) مگر بعض سکھ ودوانوں کا یہ خیال ہے کہ اسے گورو گوبند سنگھ جی نے تیار نہیں کروایا تھا اور اسکے تیار ہونیکے زمانہ کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا۔ (ملاحظہ ہو خالصہ سدھار تدوٹ ص۳) اسکے علاوہ اسکی بانی کے بارہ میں بھی شدید اختلافات پائے جاتے ہیں بعض کے نزدیک تو اسمیں شروع سے آخر تک گورو گوبند سنگھ جی کا کلام درج ہے (ملاحظہ ہو خالصہ سدھار تدوٹ ص۳) لیکن اسکے برعکس یہ بھی خیال پیش کیا جاتا ہے کہ اس کا بیشتر حصہ گورو گوبند سنگھ جی کا بیان کردہ نہیں ہے (ملاحظہ ہو دسم گرنتھ مترجمہ گیانی لشن سنگھ جلد)

(گورمت پردیپکا صفحہ ۵ و اخبار شیر پنجاب ۲ نومبر ۱۹۶۳ء وغیرہ)
اس گرنتھ کے بھی مختلف نسخے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس بھی دو نسخے ہیں جو آپس میں نہیں ملتے۔ ان دونوں کی ترتیب بھی مختلف ہے اور بانیوں میں بھی کافی فرق ہے۔

(۴) تمام بیڑیں گورو ہیں

بھائی سیوا سنگھ ایڈیٹر خالصہ سماچار امرتسر ان لوگوں میں سے تھے جو گرنتھ کو گورو گوبند سنگھ جی سے گورو یائی ملنے کے قائل ہیں۔ ایک مرتبہ سردار مدھان سنگھ جی عالم نے ان پر ایک سوال کیا تھا کہ بانی بیورا کے مصنف نے گورو گرنتھ صاحب کے تین چار مختلف نسخے بیان کئے ہیں جو مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ اگر گورو گوبند سنگھ جی نے گرنتھ کو گورو یائی دی تھی تو ان میں سے کس بیڑ کو گورو قرار دیا جائے۔ بانی بیورا میں اس کی کوئی تشریح نہیں۔ اس سوال کے جواب میں بھائی صاحب موصوف نے لکھا تھا کہ:۔

"جس بیڑ کو دسم پاتشاہ نے گورو یائی کی گدی دی تھی اسے باقی بیڑوں سے الگ نہ رکھنا اور خصوصیت نہ دینا بہت بڑی عقلمندی کی بات تھی کیونکہ اگر اس گرنتھ کو علیحدہ کر دیا جاتا تو کئی لوگ ایسے بھی پیدا ہو جاتے جو یہ کہتے کہ ہم اسی گرنتھ کو گورو تسلیم کریں گے جسے گورو یائی ملی ہے۔ پس اس لحاظ سے پورے گورو نے جو کچھ کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ اسی میں پنتھ کی بھلائی ہے۔"

(ترجمہ از گورو ویدر نرنے صفحہ ۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کی جتنی بھی بیڑیں یا نسخے سکھوں میں پائے جاتے ہیں خواہ بانیوں کے لحاظ سے ان کی کچھ ہی پوزیشن ہو وہ سب کے سب گورو ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر چرن سنگھ جی نے بھائی بنو کی تیار کردہ کھاری بیڑ کو بھی گورو ہی تسلیم کیا ہے۔

{ ملاحظہ ہو بانی بیورا صفحہ ۳ و صفحہ ۴

(۵) کرتارپوری بیڑ گورو

سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک کرتارپوری بیڑ ہی گورو ہے۔ اور اسے گورو یائی گورو ارجن جی نے ہی دی تھی۔ چنانچہ گوربلاس پاتشاہی چھ میں مرقوم ہے:۔

ہم ہو گیا سب ہی سنو بات چیت نردھار
گرنتھ گورو سم جانیو بھید نہ کوؤ بچار
(ادھیائے ۴)

یعنی۔ گورو ارجن جی نے گرنتھ صاحب مرتب کروانے کے بعد فرمایا کہ یہ میرا حکم ہے کہ اس گرنتھ کو گورو کے برابر سمجھا جائے۔

نیز بھائی سیوا سنگھ نے "گورو وار سین مت درپن" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:۔

"گورو ارجن دیو پانچویں گورو نے گرنتھ مرتب کروا کر اس کے نام میں گورو کی پدوی جوڑ کر گورو گرنتھ صاحب رکھا۔ جسے پچھلے گورو صاحبان ۶۔۷۔۸۔۹ اور ۱۰ برابر گورو تسلیم کرتے چلے گئے۔"

(ترجمہ از گورو ویدر نرنے صفحہ ۳۲)

ان حوالجات سے پتہ چلتا ہے کہ گورو ارجن صاحب نے کرتارپوری بیڑ کو گورو مقرر کیا تھا اور آپ کے بعد آنے والے تمام گورو صاحبان حتیٰ کہ گورو گوبند سنگھ جی بھی اسے گورو تسلیم کرتے رہے۔ گیانی گیان سنگھ جی کے ایک بیان سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ گورو ارجن صاحب نے کرتارپوری بیڑ کو گورو یائی کی گدی دی تھی۔ اور بعد میں گورو گوبند سنگھ جی نے بھی اسی کو ہی گورو مقرر کیا تھا۔ گویا گرنتھ کو دو مرتبہ گورو یائی ملی تھی ایک مرتبہ گورو ارجن صاحب سے اور دوسری مرتبہ گورو گوبند سنگھ جی سے +

(باقی)

ضعفِ بصارت کی وجوہات اور اسکے طریقِ علاج

کے متعلق

ایک جدید تحقیق

(ترجمہ مکرم ناصر نسیم صاحب طالب علم ٹی آئی کالج)

[ذیل کا مضمون امریکی رسالہ " Coronet " ماہ اکتوبر ۱۹۵۳ء سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس میں ضعفِ بصارت کی وجوہات اور اس کے طریقِ علاج سے متعلق ایک جدید تحقیق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہزاروں انسان اس نئے طریقِ علاج کی مدد سے بینائی بڑھا کر عینک سے نجات حاصل کر چکے ہیں ـــــــ]

آج سے تقریباً پینتیس برس قبل ڈاکٹر ولیم ایچ بیٹس (William H. Bates) کی تصنیف "بینائی بغیر عینک" نے امراضِ چشم کے علاج کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ اس وقت سے اب تک یہ نظریہ دلچسپی اور توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

ڈاکٹر بیٹس (Bates) نے جو نظریہ اس کتاب میں پیش کیا تھا اگرچہ وہ بادی النظر میں ناممکن معلوم ہوتا ہے (تاہم بہت اہمیت رکھتا ہے)

آپ نیویارک میں معالجِ چشم کی حیثیت سے مقیم تھے۔ آپ نے اپنے نئے نظریہ سے تمام پرانے معتقدات میں انقلاب برپا کر دیا۔ آپ نے اپنی تحقیق کی روشنی میں یہ بات بیان کی کہ ہم کیسے دیکھتے ہیں ؟ بینائی میں نقائص کیوں پیدا ہوتے ہیں اور انہیں عینک کے بغیر کیسے دور کیا جا سکتا ہے ؟ !۔ ابتداء میں آپ کے خیالات کو محض ایک بڑ تصور کیا گیا اور اب بھی گاہے گاہے انہیں زیرِ بحث لایا جاتا ہے لیکن اس کے بالمقابل ہزاروں ایسے افراد ہیں جنہوں نے آپ کے مجوزہ طریق پر عمل کر کے اپنی بینائی کے نقائص کو ہمیشہ کے لئے دور کر لیا ہے اور عینک سے نجات حاصل کر لی ہے۔

کچھ عرصہ کی بات ہے کہ ایک عورت نے جسکی بینائی بہت زیادہ کمزور تھی اور جس نے تمام عمر چشمہ پہن کر گزاری تھی آپکے بتائے ہوئے طریق پر مشق کر کے اپنی بینائی درست کر لی۔ اور چشمہ کے بغیر موٹر چلانے کے لائسنس کا امتحان پاس کر لیا اور اس سے دو سال بعد اسکی نظر بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اسی طرح ایک تاجر نے جس کی قریب کی نظر اسقدر کمزور تھی کہ کتاب کے حروف اسے چشمہ کے بغیر محض ایک دھندلاہٹ معلوم دیتے تھے صرف تین مہینوں میں چشمہ اتار پھینکا۔

گزشتہ دنوں مس کلارا ہیکٹ (Miss Clara Hackett) نے جو ایک ممتاز معلمہ ہیں ایک کتاب بعنوان "Relax & See" (سکونِ طبیعت اور تقویتِ بصارت) لکھی ہے جس میں Bates کے طریق کی بعض ابتدائی مشقوں کی اصلاح کی گئی ہے اور اس طرح سے اس طریقِ علاج کی افادیت میں اضافہ

کیا ہے۔ محترمہ موصوفہ اور آپکی تربیت یافتہ شاگردوں نے کمزوریٔ نظر کے ... مریضوں کو چشمہ سے نجات دلائی ہے بلکہ آنکھوں کی بعض شدید امراض کے سلسلہ میں بھی اپنے اس طریق کو مفید ثابت کیا ہے۔

ڈاکٹر بیٹس کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نظر کی کمزوری سے آنکھوں پر دباؤ نہیں پڑتا بلکہ آنکھوں پر دباؤ پڑنے سے نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ اس طرح انہوں نے پرانے نظریہ کی مخالفت کی ہے۔

پرانا نظریہ یہ تھا کہ دور و نزدیک کی اشیاء ہمیں اسلئے نظر آتی ہیں کہ ہماری آنکھوں کا محدب عدسہ (Lens) حسب ضرورت دور و نزدیک کے فاصلے کے مطابق اپنا نقطہ ماسکہ (Focus) تبدیل کر لیتا ہے اور یوں چیزوں کا عکس آنکھ کے پردہ پر پڑتا ہے۔ دور کی شے کو دیکھتے وقت آنکھ کا عدسہ پھیل جاتا ہے اور قریب دیکھتے وقت یہ عدسہ ابھر آتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق عدسہ کی گھٹنے بڑھنے کی یہ خاصیت عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جاتی ہے اور اس طرح ادھیڑ عمر میں عدسہ کے لئے ہمیں خارجی طور پر شیشوں سے مدد لینا پڑتی ہے۔

بیٹس نے اس نظریہ کو رد کر دیا۔ اس نے عمل جراحی سے عدسہ کو آنکھ سے نکال دینے کے باوجود دیکھا کہ آنکھ دور یا نزدیک کے فاصلوں کے مطابق Focus کرتی ہے اس حقیقت کی روشنی میں اس نے پرانے نظریہ کو چیلنج کیا کہ بیماری کی حالت یا جذباتی صدمات کے موقع پر آنکھ کی بصارت پر جو اثر پڑتا ہے پرانا نظریہ اسکا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے اور نتیجۃً آپنے یہ نیا نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اس نظریہ کو سمجھنے کے لئے فرض کیجئے کہ آپ آنکھ کی بجائے کسی کیمرہ سے دیکھ رہے ہیں۔ جس طرح کیمرہ سے قریب کی شے کی تصویر لیتے وقت پلیٹ اور عدسہ کا فاصلہ بڑھا دیا جاتا ہے اور دور کی تصویر لیتے وقت یہ فاصلہ کم کر دیا جاتا ہے اسی بنیاد پر بیٹس نے یہ رائے قائم کی ہے کہ قریب کی چیز کو دیکھتے وقت صرف آنکھ کے عدسہ (پتلی) کی حالت ہی تبدیل نہیں ہوتی بلکہ آنکھ کے تمام اعضاء متاثر ہوتے ہیں!

بیرونی طور پر چھ عضلات آنکھ کے ڈھیلے کی حرکات کو کنٹرول کرتے ہیں اور حسب ضرورت اسے دائیں بائیں یا اوپر نیچے گھومنے میں مدد دیتے ہیں۔ انہی عضلات کا ایک جوڑا قریب کی شے دیکھتے وقت آنکھ کے ڈھیلا کو لمبوترا بنا دیتا ہے تاکہ آنکھ کے اندرونی پردہ اور عدسہ کا فاصلہ بڑھ جائے۔ اسی طرح دور کی شے پر مرتکز ہوتے وقت یہی اعضاء آنکھ کے ڈھیلہ کو نسبتاً چپٹا کر دیتے ہیں۔ اگر اعضاء کے ایک جوڑے میں نقص واقع ہو جائے تو قدرتاً دوسرا جوڑا بھی متاثر ہوتا ہے اور یوں قریب یا دور کی نظر میں فرق پڑ جاتا ہے۔

آنکھ کے تمام اعضاء کے افعال کا دارومدار ان اعصاب پر ہے۔ سو جب جذبات کی رو یا صدمہ کی وجہ سے اعصاب متاثر ہونگے تو یقیناً آنکھ کی بصارت پر بھی اسکا اثر پڑیگا ایسے مواقع پر آنکھ پر معمول سے زیادہ زور دینا پڑتا ہے اور یہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔

بیٹس کے علاج کی اصلیت یہی ہے کہ مذکورہ عضلات کے افعال کو بحال کیا جائے اور اس کیلئے جو طریق تجویز کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ آرام و سکون دیا جائے۔ ان کو درست کرنے کیلئے کسی قسم کی ورزش سے اتنا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جتنا آرام دینے سے ہوتا ہے۔ آرام حاصل کرنے کے بعد آنکھ کو صحیح اور طبعی بصارت حاصل کرنے کیلئے دوبارہ تربیت دی جا سکتی ہے۔ آنکھوں پر جتنا کم بوجھ پڑیگا اتنا ہی بینائی میں فرق پڑتا جائے گا۔

مجوزہ طریق کے موٹے موٹے اصول درج ذیل ہیں:-

(۱) سورج کی روشنی میں (یا بعض اوقات بجلی کے تیز لیمپ کی روشنی میں) آرام کرسی پر روشنی کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائیں اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس حالت میں سر کو کندھوں کی طرف آہستہ آہستہ گھمائیں۔ اس مشق سے نہ صرف اعضاء کو آرام حاصل ہوگا بلکہ جسم کو بھی ایک خوشگوار اثر محسوس کریگا۔

(۲) کسی آرام کرسی پر بیٹھ کر آنکھوں کو آہستگی سے بند کریں اور اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے ڈھک لیں اس طرح پر کہ انگلیاں ماتھے کو چھو رہی ہوں۔ ہتھیلی کا آنکھ سے مس کرنا ضروری نہیں۔ اس طرح جو اندھیرا پیدا ہوگا وہ اور ہاتھ کی گرمی سے آنکھ کو جو سینک پہنچے گا وہ اعضاء کا کھنچاؤ کم کرنے

میں بہت ممد ثابت ہوگا۔

(۳) کسی کھڑکی کے سامنے پاؤں یوں اس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں پاؤں میں تقریباً ایک فٹ کا فاصلہ رہے اب یکے بعد دیگرے ہر ایک پاؤں پر جسم کا بوجھ ڈالیں اور سارے جسم کو جھلاتے رہیں۔ نظر سامنے رکھیں۔ یوں جسم کی ورزش بھی ہوگی اور تمام عضلات کو جن میں اعصابِ بصری بھی شامل ہیں ایک غیر معمولی بوجھ سے نجات ملیگی۔

(۴) چیزوں کو دیکھنے کے لئے بعض اصولوں کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ کبھی دور سے نہ گھوریں۔ اس طرح نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ہمارے اس عمل سے اشیاء کا عکس پردہ بصارت سے دور ہٹ جاتا ہے۔ پردہ کا سب سے زیادہ حساس حصہ درمیانی حصہ ہے۔ چیزوں کو دیکھنے کی عادت یوں ڈالنا چاہیئے کہ ایک وقت میں چیز کا ایک ہی حصہ آنکھ کے سامنے آئے اور آہستہ آہستہ درمیانی حصہ پر اس کا استدراک ہو۔ اس عادت کی مشق کے لئے چیزوں کو گننے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ مثلاً الماری میں رکھی ہوئی کتب، یا دیواروں پر لگی ہوئی تصاویر، یا سڑک کے کنارے پر اُگے ہوئے درخت وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح سے نظر ایک معین عرصہ کیلئے ہر چیز پر پڑتی ہے اور یوں مشق ہو جاتی ہے۔

دوسری مشق وہ ہے جس سے دور اور نزدیک کی چیزوں کو اچھی طرح دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اس مشق کے لئے کوئی سی دو اشیاء لیں۔ مثلاً نزدیک کے لئے ایک پنسل لے لیں اور دور کے لئے کسی درخت کا انتخاب کر لیں اور باری باری ان پر نظر مرکوز کریں۔

یہ یاد رہے کہ یہ تمام مشقیں کرتے وقت چشمہ اتار لینا چاہیئے۔ ابتداء میں تکلیف ضرور ہوگی لیکن مشق ہو جانے پر یہ تکلیف خود بخود دور ہو جائے گی۔

بیٹس (Bates) کا یہ طریق بصارت کی خرابیوں کے لئے مفید ثابت ہوا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنکھ کی ہر مرض اس طریق سے دور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معالجین مشق کا مشورہ دیتے وقت کسی ماہر امراض چشم سے آنکھ کا تفصیلی معائنہ کرانے کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ آنکھ میں کوئی دوسری بیماری نہیں ہے۔

بیٹس (Bates) اور کلارا (Clara) کے اس طریق کو اب اکثر ماہرین چشم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بصارت میں کمی کی ایک بڑی وجہ ذہنی اور نفسیاتی اثرات بھی ہیں اور اس طریق پر عمل کرنے سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے عضلات کا اعصابی تناؤ ختم ہو کر رفتہ رفتہ بینائی اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے +

نرخنامہ اشتہارات

(۱) پورا صفحہ	۲۵ روپے
(۲) آدھا صفحہ	۱۳ "
(۳) چوتھائی صفحہ	۷ "

نوٹ:- اشتہارات کے لئے سنجیدہ اور موزون عبارت میں ہونا لازمی شرط ہے۔

مینجر الفرقان۔ ربوہ

مکتبۂ اسلامیہ کی کتابیں

(۱) **تفسیر کبیر** از حضرت امام جماعت احمدیہ۔ جس میں قرآنی حقائق و معارف کا ایک دریا موجزن ہے۔ سورۂ یونس سے کہف تک کی تفسیر کا صرف ایک نسخہ ہمارے پاس ہے قیمت ساٹھ روپے۔

(۲) **تفسیر سورۂ مریم**۔ یہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے اس درس القرآن کے نوٹ ہیں جو آپ نے ۱۹۵۲ء میں مسجد مبارک ربوہ میں دیا۔ قیمت ۱۴ر

(۳) **تفہیمات ربانیہ**۔ اس کتاب میں غیر احمدی صاحبان کے ان تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ سلسلہ احمدیہ پر کرتے ہیں۔ یہ بھی نایاب ہے۔ صرف ایک نسخہ موجود ہے۔ قیمت دس روپے۔

(۴) **کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین**۔ خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک جامع مگر نہایت مختصر مضمون ہے۔ یہ ۱۶ صفحات کا ٹریکٹ ہزارہا کی تعداد میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ ایک نسخہ کیلئے دو آنے کا ٹکٹ بھجوائیے تقسیم کرنے کیلئے فی سینکڑہ ۵/۸ روپے مقرر ہے۔

(۵) **نیا انکشاف**۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی زندگی کے متعلق برٹش انسائیکلوپیڈیا میں شائع شدہ تصاویر سے ایک نیا انکشاف پیش کیا گیا ہے۔ یہ مضمون انگریزی، عربی اور اردو میں اکٹھا ایک ہی ٹریکٹ میں شائع کیا گیا ہے۔ ایک نسخہ کے لئے دو آنے کے ٹکٹ اور فی سینکڑہ ۵/۸ روپے مقرر ہیں۔

(۶) **الفرقان کے تمام خاص نمبر** اپنے اندر جامعیت رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے ختم نبوت کے متعلق ایک خاص نمبر نکل چکا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بارے میں ایک فیصلہ کن خاص نمبر شائع ہو چکا ہے۔ قرآنی حقائق و معارف پر ایک خاص نمبر نکل چکا ہے نیز ایک سالانہ نمبر لویری آب و تاب سے چھپ چکا ہے۔ ان چاروں خاص نمبروں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک روپیہ مقرر ہے۔ چاروں نمبر ایک ساتھ طلب کرنے کی صورت میں صرف تین روپے لئے جائیں گے، علاوہ محصولڈاک۔

(۷) **عربی قصیدہ**۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کو اپنے سید و مولیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ عشق تھا اس سلسلہ میں ایک عربی قصیدہ مع ترجمہ و اعراب شائع کیا گیا ہے۔ قیمت فی نسخہ دو آنے۔

(۸) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی جملہ تصنیفات مکتبہ ہذا کی معرفت طلب فرمائیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں (۱) احکام القرآن ۳/۸ (۲) امثال القرآن ۲/۰ (۳) رحمۃ للعالمین حصہ اوّل ۲/۴ - دوم ۴/- (۴) نادر و نایاب تحریریں ۳/-

(۹) **شیعیت کی تردید میں کتب**:-

(۱) کلمۃ الحق	۱۰ر	(۶) مناظرہ مہت پور	عار
(۲) تذکرۃ الذاکرین	۸ر	(۷) خلافتِ راشدہ حصہ اوّل	صر
(۳) تحفۃ المتشیعین	۵ر	(۸) خلافتِ راشدہ حصہ دوم	ع۸ر
(۴) چند کارآمد حوالے	۳ر	(۹) رسالہ فدک	۱۲ر
(۵) صمصام الحق	۱۲ر		

خاکسار۔ **مینجر مکتبۂ اسلامیہ۔ ربوہ** (پاکستان)

قواعد و ضوابط

۱ - ''الفرقان'' ہر ماہ کی سات تاریخ کو شائع ہوتا ہے -

۲ - تاریخ اشاعت کے بعد، دو ہفتہ کے اندر، خریدار اصحاب کی طرف سے رسالہ نہ ملنے کی شکایت آنے پر رسالہ دوبارہ مفت بھیجا جاتا ہے ورنہ قیمت پر دیا جا سکتا ہے -

۳ - سالانہ قیمت پیشگی آنی لازم ہے -

۴ - پاکستان اور ہندوستان کے لئے سالانہ چندہ پانچ روپے ہے - دیگر ممالک سے بارہ شلنگ بذریعہ پوسٹل آرڈر -

۵ - ہندوستانی خریدار اپنی رقم دفتر محاسب صدر انجمن قادیان مشرقی پنجاب میں بحساب امانت الفرقان جمع کرا کر مطلع فرماویں -

بہائی مذہب پر دو ضروری اور نئی کتابیں

بہائیت کی تردید میں ذیل کی دو کتابیں عمدہ کتابت اور طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہیں -

۱ - بہائیت کے متعلق پانچ مقالے - اڑھائی صد صفحات -

مجلد اڑھائی روپے
غیر مجلد سوا دو روپے

۲ - بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ - ڈیڑھ صد صفحات -

مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ
غیر مجلد ایک روپیہ آٹھ آنہ

مینجر :
مکتبۂ اسلامیہ، ربوہ (پاکستان)

قاعدہ یسرنا القرآن مکمل

کا

نیا ایڈیشن چھپ گیا ہے - ضرورت مند احباب ہم سے منگوا سکتے ہیں - قیمت فی قاعدہ 10 آنے - تاجروں کو 25% کمیشن دیا جاتا ہے - اسکے علاوہ فسادات پنجاب 1953ء کے متعلق تحقیقاتی عدالتی رپورٹ (اردو میں) بھی مل سکتی ہے - قیمت چار روپیہ فی جلد -

وکیل التجارت تحریک جدید، ربوہ

AL-FUR-QAN

FEBRUARY, 1956

موتیا بند کا سُرمہ

جناب سول سرجن صاحب لاہور کا مکتوب گرامی

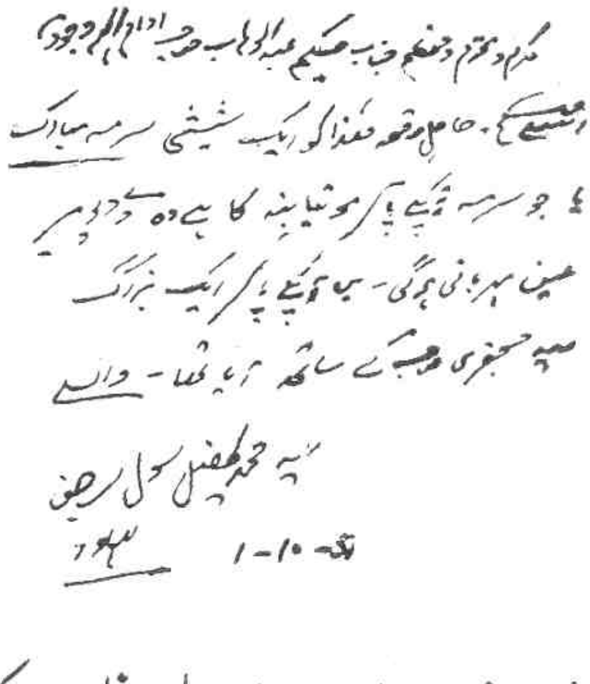

مکرم و محترم معظم جناب حکیم عبدالوہاب صاحب ادام اللہ وجودہٗ

السلام علیکم۔ حامل رقعہ ھٰذا کو ایک شیشی "سُرمہ مُبارک" یا جو سُرمہ آپکے پاس "موتیا بند" کا ہے وہ دے دیویں عین مہربانی ہوگی۔ میں آپ کے پاس ایک بزرگ "سیّد جعفری" صاحب کے ساتھ آیا تھا۔ والسلام

سیّد محمد طفیل، سول سرجن۔ لاہور ۱۰/۱/۵۱

جناب سول سرجن صاحب بہادر پنجاب کے وزراء رؤساء نواب اور عوام کیلئے سُرمہ مُبارک تجویز کرتے ہیں قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنہ۔ نصف شیشی ایکروپیہ چار آنہ

دواخانہ نورالدین۔جودھامل بلڈنگ لاہور

صرف سرورق لائن پریس، ہسپتال روڈ لاہور میں چھپا